الشعر کلام حسنہ حسن و قبیحہ قبیح

ہے پیش نکتہ وراں دور جدید — تقلید کسی چاہے کسی جانب دید
اور اسکا سبب یہ ہو کہ جدت گستر — تاکید کی امید نہ بیم تردید

دورِ جدید

موسومہ بنام تاریخی مقتباس خیالات سخا

۱۳ ۶ ۱۹

مصنفہ

جناب فصاحت مآب مولوی حکیم صوفی سید نظیر حسن صاحب سخا دہلوی
دام افضالہ مدرس عربی فارسی مہاراجہ کالجیٹ اسکول ریاست جے پور

حسب فرمائش

جناب سیادت مآب مولوی سید عبدالرحمن صاحب رئیس اعظم آگرہ منتظم
محکمہ سایرات ریاست جے پور دام اقبالہ

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر
عزیزی پریس آگرہ میں چھپا

باسمہ اللہ

ہر قسم کے ہوتے ہیں مضامین مگر اوس سے
دانا کبھی شاعر سے کبیدہ نہیں ہوتا
اسواسطے کہ کل عقلا کا ہے مسلم
ہر شعر میں شاعر کا عقیدہ نہیں ہوتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مئی سنہ ۱۹۱۴ء میں جب مہاراجہ کالج جے پور میں موسم گرما کی ڈھائی ماہ کی تعطیل شروع ہوئی اور طلبہ کی روزانہ تعلیم سے وسیع فرصت ملی یکایک بعض اچھے مضامین نظم کرنے کو جی چاہا کچھ قطعے کچھ رباعیاں نظم کیں ہم مذاق سخن سنجوں نے داد سے دل بڑھایا تو ایام تعطیل میں یہ ایک مشغلہ سا پڑ گیا کالج کھلتے کھلتے اخیر جولائی سنہ مذکور تک نئے فیشن کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا پھر سنہ ۱۵ء میں وہی ایام تعطیل آئے پھر جنوں دوری تازہ ہوا اور سو سے زیادہ قطعے رباعیاں اضافہ کیں فارسی مصرعوں پر اب کی بیشتر مصرعے لگائے، آیات و احادیث اور اقوال سلف کو نظم کا لباس پہنانا باقی ہے اگر خدا نے موقع دیا ورنہ

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

میں نے اس رسالہ کا نام **دور جدید** رکھا مقیاس خیالات سمجھا تاہم یہ بھی نام ہے اولڈ فیشن والوں کے نزدیک جتنا مردود ہو گا نیو فیشن والوں کے نزدیک

اتنا ہی مقبول - اس میں فقط رسمی شاعری اور محض تقلیدی روش نہیں نئے خیالات کی کچی سڑک پر سفر کیا ہے خامی رہجائے تو بجا ہے میرے مزاج میں جدت کا وقار اور رفارم کی عزت ہے میں نے دُنیا کے گذشتنی واقعات قلوب کی اصلی کیفیت زمانہ کے صحیح خیالات اور ذہنی واردات بیان کئے ہیں ممکن ہے شاعری کا اعلیٰ نمونہ نہ ہو اچھا نہ سہی کیونکہ مجکو ایسی ہنر اور ایسا دعویٰ بھی نہیں۔

دلّی کا قدیم باشندہ **نواب فصیح الملک داغ** مغفور کا پرانا شاگرد ہوں مگر عمر بھر باہر پھرتے پھرتے میری زبان مختلف محاورات سے مخلوط ہے نہ یہ کلام دلّی کی ٹکسالی زبان ہے نہ لکھنؤ کی اور نہ ایسا کرنے میں اب کوئی خاص فخر باقی رہا ہے بلکہ میرا اور مجھ سے جہان پیا اہل سخن کا روزمرہ ہے کیونکہ اس زمانہ کے اختراعات ایجادات ضروریات ومناسبات نے ایک نئی وسیع زبان پیدا کردی ہے - جو اخبارات ورسائل اور انگریزی کے سفرنامجات وتراجم علمیہ سے ظاہر ہے۔

یورپ میں جب کوئی عالم مرتا ہے تو اُس کے حالات میں اسکا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے کہ اس مربی زبان نے اسقدر الفاظ وتراکیب کا اضافہ کیا اور اُس کی ایک فہرست مرتب کرکے زندوں کی ہمت افزائی کیجاتی ہے۔

ہمارے ہاں ہند میں جب کوئی عالم یا شاعر مرتا ہے تو اُس کے حالات میں ایک مد مرحوم کی کمزوریوں کے نام سے قائم کرکے اُس کے اجتہاد اور اضافوں کا تذکرہ لغزش مسالحت خطا غلطی بلکہ جہل وتخریب زبان سے موسوم کرکے مرحوم کی تحقیر اور زندوں کی حوصلہ شکنی کیجاتی ہے بہت فرق ہے زندہ قوم اور مردہ قوم کے ہر فعل میں - اس نئی زبان کی عبارتوں کو دلّی لکھنؤ کے مشرقی السنہ کے ماہرین روانی کے

ساتھ تو پڑھ بھی نہیں سکتے اور حق یہ ہے کہ آج کی اردو انگریزی دانی کی سخت محتاج اور
حد بست شکست کرنے کی مقتضی ہے ہزار ہا انگریزی الفاظ آمیز ہو چکے اس کے
لاکھوں مخالف مر چکے صدہا فارسی، عربی الفاظ انگریزی الفاظ سے ترکیب پا چکے مثلاً
جیلخانہ، ڈاکخانہ، سمن طلبی، وارنٹ گرفتاری۔ قاصد ڈاک۔ وغیرہ وغیرہ۔ قومی شعرا
کا کلام حضرت اکبر الہ آبادی کا عصر جدید کا حصہ اور دیگر حضرات کے اشعار موجود اور
لفظ ممبر سہرے میں حضرت غالب کے نفن وغیرہ بہت سے انگریزی الفاظ انشا مرحوم
وغیرہ کے قصائد میں موجود ہیں۔
قدامت پسند حضرات کا ان کو شاعر نہ ماننا ایسا ہے جیسے کرتہ پجامہ والوں کا اہل
کوٹ والپتلون کو مسلمان تسلیم نہ کرنا میں نے اپنی قوت فیصلہ اور اردو کی سماعی
اور قیاسی اصول سے کام لیا ہے۔
۱۔ وسعت وجواز سے فائدہ اٹھایا ہے مثلاً ایک لفظ دو طرح بولا جاتا ہے تو
میں نے دونوں طرح استعمال کیا ہے جیسے ۔ وہاں مع ہاوے ہاؤ بہا وبہاے
مفتوح وہائے مخلوط اور رکھا بہ تشدید کاف و بفتح کاف اور رعران بوزن فرقان
اور بوزن بیان کیونکہ ہم دونوں طرح بولتے ہیں رہا غلط اور صحیح اس کا مدار اردو
میں لغت پر نہیں بلکہ اوساط الناس اور شرفا کا استعمال معیار ہے۔ نہ کہ چند شعرا ار
ماضی وحال کا ترک واختیار۔
دنیا میں بہت کچھ موجود ہے اور نظم میں بہت کم باندھا گیا ہے تو کیا فقط اسی بندھے
ہوئے حصہ مضامین کو باندھا کریں گے اور کیا صرف اوروں کی کھائی ہوئی کی جگالی
کرتے رہیں گے اور بقیہ بے تعداد مضامین واشیا کا بیان کرنا حرام سمجھیں گے اور

دلیل فقط یہ ہو گی کہ دلی لکھنؤ کے دس بیس مشاہیر شعرا نے اس مضمون کو نہیں باندھا اسی خیال کو معاصر مسلم شاعر حضرت اکبر نے اس طرح ادا فرمایا ہے۔

اوروں کی کہی ہوئی جو دُہراتے ہیں   وہ فونوگراف کی طرح گاتے ہیں،
خود سوچ کے حسب حال مضمون نکال   انسان یونہیں ترقیاں پاتے ہیں،

یہ سچ ہے آنیوالی نسلیں آئیں گی دُنیا کی نئی چیزوں کا نظم میں تذکرہ کرینگی متروک چیزوں کو چھوڑیں گی مثلاً گھوڑے کے سوا معشوق اور سواریوں پر بھی میدان نظم میں سوار ہو سکیگا۔ قاصد کے سوا تار و ڈاک میں خط جائے گا۔ حضرت منیر فرماتے ہیں۔

بت ترسا کے طعنوں سے سواری میں ہوا بیخود
برانڈی بن گئی کیفیت دشنام بگھی میں

ہوا کہانے میں میری جان بیچی اُس فرنگن نے
سمند عمر عاشق کا کیا نیلام بگھی میں

ترے بالونکے ملنے سے اُڑا گھوڑا سواری کا
بنی چابک سے ہمسر زلف عنبر فام بگھی میں

سواد کعبہ کے مانند رنگت ٹپ کی کالی ہے
ترا سایہ بنا ہے جامۂ احرام بگھی میں

غلط خیالات ترک اور صحیح خیالات اُن کی جگہ لیں گے مثلاً آیندہ آسمان زمین کے گرد نہ پھریگا بلکہ زمین آفتاب کے گرد عالم نظم میں بھی گردش کیا کریگی اُستاد قاآنی ارشاد کرتا ہے۔

تاکہ زمین روز و شب گردد بگرد شمس | تاکہ تازی زبان روز گذشتہ ہست امس
تاکہ حواس عشر ظاہر ازیں عشر خمس | سامعہ و باصرہ ناطقہ و شم و لمس

ناصر جان تو باد باطن ہشت و چہار

اور اس طرح اردو علم ادب کا مد و جزر جاری اور زمانہ کی ہوا کے ساتھ اس دریا کی لہروں کا رُخ ہمیشہ معلوم و نا معلوم سمتوں میں بدلتا رہیگا گزشتہ اُردو پر عربی، فارسی کی حکومت رہی اور آئندہ اُردو پر انگریزی حکومت کرے گی اور جو جو فوائد و تعلقات اردو کو عربی، فارسی سے رہے وُہی نسبت و قرابت انگریزی سے رہیگی اردو میں جب ہم کسی اور زبان کا لغت بولیں گے تو جس تغیر کے ساتھ بولا گیا ہے اسی تغیر کے ساتھ بولیں گے بلکہ تمام ملک اسی پر کاربند ہیں لیکن جب اس کو اس کی اصلی زبان میں استعمال کریں گے تو اُس کے صحیح تلفظ کا لحاظ رکھیں گے مثلاً کافر کو اردو فارسی میں خلاف قاعدہ عربی بفتح فا بدیہہ ٹرک باندھتے ہیں البتہ جب عربی میں استعمال کریں گے تو قواعد عربی کے مطابق کافر بوزن فاعل بولیں گے - اور اگر یہ اصول صحیح نہ ہو تو کیا وجہ ہے کہ انگریزی کے لفظ باٹل بوزن باطل کو بوتل بوزن کوتل بولنے میں انگریزی لغت کے اعتبار پر اعراب و حروف کے تغیر کو جرم نہ گردانا جائے - اور ادیت بار یاوار کو اتوار کہتے وقت یہی الزام ہندی لغت کی طرف سے نہ قائم ہو اور مجھ کو تو اس سے کہیں زیادہ اہم امور میں بھی کورانہ تقلید نہیں یہ بیچاری تو اپنی مادری زبان ہے -

مقلدوں کا بھروسہ ہے مقتداؤں پر | محققوں کا زمانے سے اقتدار جدا
ہے جس طرح سے تصرف مرا مضامین پر | زبان میں بھی مرا ترک و اختیار جدا

۲۔ روزمرہ کو لغت پر ترجیح دی ہے مثلاً شبرات۔ بکرید۔ تہمت۔ افیم۔ وغیرہ وغیرہ اور اس تصرف کو میں تمہید جان کر جدا لفظ مانتا ہوں جیسے تمام السنہ میں یہ قاعدہ جاری ہے مثلاً ارض (ضاد کو دال کے مانند بول کر) بمعنی زمین عربی لفظ کو باد نیٰ تغیر ارتھ کر کے انگریزی بنالیا۔
قطن بمعنی روئی عربی لفظ کو بادنیٰ تغیر کاٹن کر کے اسی معنی میں انگریزی بنالیا اور ایسے ہی ہزاروں الفاظ دیکھو ڈکشنریاں جن میں ماخذ و روٹ بھی درج ہیں عبری زبان کے لفظ سین بہ معنی دانت کو سن بنا کر اسی معنی میں عربی بنالیا عبری لفظ یود بمعنی ہاتھ کو اسی معنی میں ید بنا کر عربی بنالیا۔
سنسکرت کے لفظ اشو کو فارسی والوں نے اسپ اور مشٹ سنسکرت کو مشت بمعنی مشتی فارسی بنالیا یا فارسی اور سنسکرت دونوں نے کسی اور متقدم زبان سے اپنے خزانے پُر کئے اسی طرح اور زبانوں نے اور زبانوں سے الفاظ لئے اور تصرف کئے یا مثلاً اردو میں ہم نے فتیلہ لفظ عربی کو فلیتہ اسی معنی میں جدا اردو لفظ بنالیا پس زیادہ سے زیادہ یہ الفاظ تہمت، افیم، بکرید وغیرہ مہندیا مورد الفاظ ہیں غلط نہیں کہے جا سکتے ورنہ ہر زبان کی طرف سے دوسری زبان میں اپنی مستعملہ الفاظ پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔ میں اس بارہ میں ڈاکٹر سر سید احمد خاں مرحوم اور شمس العلما حالی مغفور کا ہم آواز ہوں کہ وہ بھی لغت پر روزمرہ شرفا کو ترجیح دیتے ہیں چنانچہ سید کی لائف میں سر سید کی طرز تحریر کے تحت میں لکھا ہے وہ (یعنی سید) اُن قیدوں جو شاعروں اور منشیوں نے مقرر کی ہیں بالکل آزاد تھے وہ اُن غلط لفظوں کو جو عام فہم اور خاص و عام کی زبان پر جاری

ہوں صحیح الفاظ پر ترجیح دیتے تھے اُن کی زبان دلی کی زبان دلی کی بول چال میں محدود نہ تھی (حیات جاوید حصہ ۲ صفحہ ۳۹۹)

چند السنہ کے واقف کار اور فیلالوجی دان حضرات اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ کس کس طرح لئے جاتے اور کیا کیا تصرف و تغیر کئے جاتے ہیں دیکھو کتاب لغات جدید عربی و کتاب فارسی جدید مکرمی حاجی مولوی محمد علی اصفہانی پروفیسر نظام کالج حیدر آباد دام ظلہ اور اخبارات و رسائل عربی مصر و شام اور سفرنامہ شاہ ایران اور روزمرہ اہل عجم اور اخبارات فارسی حبل المتین وغیرہ اور اب کے اردو ادیبوں کے نظم و نثر اور اخبارات و رسائل اردو کی عبارتیں اور لیکچر و اسپیچیں وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ عُلما بوقلموں کلمہ وغیرہ کو بسکون لام باندھا ہے اوّل تو یہ الفاظ فارسی اردو میں بسکون لام باندھے گئے ہیں یہانتک کہ غیاث اللغات میں ہی وتوسی نوشتہ کہ فارسیان بوقلموں را بسکون لام آورند۔ دوسرے ہم اپنا روزمرہ لکھتے ہیں یا لغت پرستی کرتے ہیں، پھر برکت حرکت عظمت رمضان خفقان ہذیان کہ ان تمام الفاظ میں اوّل کے تین تین حرف پے درپے متحرک ہیں۔ مگر فارسی اردو میں درمیانی حرف کو ساکن کر کے بولتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس قسم کے عربی کے صدہا الفاظ اسی تصرف کے ساتھ بولے جاتے ہیں یہانتک کہ یہ ایک قاعدہ ہو گیا ہے کہ عربی پے درپے تین متحرک رکھنے والے الفاظ بسکون اوسط بولنا فصیح ہے۔ کیونکہ فارسی میں ایسا توالی حرکات غیر فصیح سمجھا جاتا ہے۔ اس قاعدہ کو صاحب غیاث نے بھی اسی قسم کے کسی لفظ کے تحت میں لکھا ہے اس وقت مقام محکو یاد

نہیں رہا گو اس استعمال نے اصلی تلفظ کو غلط نہیں کر دیا لیکن اس تغیر کی حرمت کو اباحت سے بدل دیا ہے اہل زبان کے کلام میں یہ تمام الفاظ بہ سکون ثانی موجود ہیں ملاحظہ ہو بہار عجم وغیرہ لیکن ان میں بھی وہی شرط ہے کہ جب اصل زبان میں ان الفاظ کو لکھیں گے تو اصلی تلفظ کی رعایت ہو گی اور یہ قاعدہ تمام السنہ سے یکساں متعلق اور یکساں مروّج ہے۔

ان کے علاوہ ہم اور اہل عجم لفظ حنا بجائے مفتوح اور نون مشدد کو بکسر حا و نون مفتوح بولتے ہیں موسم بکسر سین کو بفتح سین منصب بکسر صاد کو بفتح صاد استعمال کرتے ہیں اور اشعار تک میں محل قوافی ہیں اس پر مواخذہ نہیں ہوتا پھر کیا وجہ ہو کہ روزمرہ لغت سے رد کیا جائے بلکہ اردو کے لغت میں اصلی تلفظ کے بعد یہ متغیر صورت بھی حکم جواز کے ساتھ درج کیجائے جیسا کہ عربی الفاظ کی نسبت فارسی لغات میں لکھا جاتا ہے ہاں عوام کالانعام بازاری اشخاص اور آڑی امت کا روزمرہ ہماری روزمرہ یا لغت سے رد کیا جائے اور سکر بسین مفتوح و کاف مشدد کو غلط ٹھیرایا جا سکتا ہے ہم اہل ھند انگریزی لفظ آڈر کو سہ حرفی بولنا جائز سمجھتے ہیں اور الف کے بعد رائے مہملہ چھوڑ دینا غلطی نہیں جانتے مگر جب اسی لفظ کو انگریزی زبان میں بولیں گے تو اصل لغت کے مطابق چوحرفی بولیں گے اور تلفظ بھی الف کا خالص مد کے ساتھ نہو گا بلکہ الف کا زبر قدرے پیش کی ہوا لئے ہوئے واؤ کی طرف جھکاؤ کے سبب گولائی کے ساتھ نکلے گا لیکن اس کا کیا سبب کہ اردو میں عربی کے مستعملہ متغیر الفاظ کلمہ وغیرہ پر تو ایسی تِرار و گر موتی ہے اور انگریزی، مرہٹی۔ گجراتی، پنجابی وغیرہ متغیر الفاظ کی غلطی شریت

کے گھونٹ کی طرح گلے سے اُتر جاتی ہے علاوہ اور اسباب کے اس کا ایک سبب یہ ہے کہ مذہبی دباؤ کے سبب عربی کی خلاف ورزی اُردو شاعری میں بھی گناہ کبیرا اور اُس سے عدول کو جہل مطلق سمجھا جاتا ہے اور اُس کے جاننے کو خدا کی ہم زبانی جانتے ہیں اور دیگر السنہ کی نہ دقعت نہ واقفیت نہ شمالی ہندوالوں کو اس کا شوق تحصیلی السنہ عربی فارسی انگریزی سنسکرت وغیرہ میں سے دو تین زبانیں پڑھ لیں تو علم کی معراج ہوگئی اور زبان دانی کے آسمان پر جا بیٹھے جنوبی ہندوستان بمبئی وغیرہ اور ساحلی شہروں میں انگریزی فرنچ لیٹن - عبری - عرابی - فارسی - پہلوی ژند چینی جاپانی وغیرہ بہت سی زبانیں بالعموم بولی اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں بلکہ بعض تنھا تنھا زبانوں کے مدارس جدا جدا ہیں البتہ عربی کا چرچا کم ہے - اُس طرف کے اہل علم اکثر السنہ کے رسمی تغیرات و تصرفات سے خوب واقف ہوتے ہیں مگر اُس کو اہل زبان کا حق جائز جان کر اعتنا نہیں کرتے -

۴ - جدید ترکیبیں جیسے ماخذ ورث یا اہل کورٹ و پٹیلون یا انجمن تاویل جدید ادیبوں کی طرح لکھے ہیں اور لکھتا رہوں گا ادائے مطلب کے لئے نہ تنہا میں نے بلکہ زمانہ نے ضروری سمجھا ہے اور پہلوں نے کم اور حال کے ناظموں ناثروں نے زیادہ برتا ہے اور ہمارے سامنے اور ہمارے بعد اور اُس کی کثرت ہو جائے گی منیر مرحوم

یہ نسخہ کچھ اغلاط سے کر کے پاک کیا میں نے تفویض ارباب ڈاک

ایک جا نثر میں غالب مرحوم نے لکھا ہے قاصد ڈاک اور اب کے شعرا میں سے تو اکثر ایسی ترکیبیں برت جاتے ہیں دیکھو مولوی محمد اسمعیل صاحب میرٹھی کا کلام ڈاکٹر ڈپٹی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کا کلام اور خاص کر لسان العصر شاعر

معاصر جناب سید اکبر حسین صاحب جج کا کلام، فرماتے ہیں۔

اک مس سیمیں بدن سے کر لیا لنڈن میں عقد
اس خطا پر سن رہا ہوں طعنہائے دلخراش

جگمگاتی ہوٹلوں کا جا کے نظارہ کرو
سوپ و کاری کو مزہ لو چھوڑ کر یخنی و آش

جب حکومت کرے خود وائس کا ڈفنس
کیوں نہوں میں شریک کانفرنس،

کشتہ ہے کوئی طرز مس خوشخرام کا
کوئی نگاہ ناز بتاں کا شہید ہے

میں رعیت ہوں وہ شاہانہ دلیری اب کہاں
مجکو کیوں رشک آئے وضع و ملت انگریز پر

اسیر دام زلف پالیسی مدت سے بندہ ہے
فصاحت تذر لکچر ہے ریاست نذر چندہ ہے

ہے نئی روشنی اک لوکل و ذاتی ترکیب
لفظ ہی لفظ ہیں جتنے ہیں زواید اس کے

ان میں مس سیمیں بدن مس خوش خرام میں مس موصوف ہے طرز مس اور نذر لکچر اور ملت انگریز اور شریک کانفرنس میں چاروں انگریزی لفظ مضاف الیہ ہیں سوپ و کاری دونوں انگریزی لفظ اپنے اصلی لہجہ میں داؤ عاطفہ کے سبب ترکیب عطفی کے دو رکن ہیں۔

فاضل معاصر نیچرل شاعر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پنجاہ سالہ جشن جوبلی کے تہنیت نامہ میں فرماتے ہیں۔

ہند میں کوکب انگلش نے کیا خوب عروج
جسکے مشرق تھے یہ کلکتہ و بمبئی مدراس

ہر مجسٹی دمی کوئن وارث تخت و دیہیم،
تخت برٹش پہ ہوئی زیب فزائے اجلاس

امن و انصاف کا سب پڑھنے لگے ملکی سبق
حاضر اسکول اطاعت میں ہوئے جملہ کلاس

ان اشعار میں کوکب انگلش تخت برٹش اسکول اطاعت عربی فارسی الفاظ کے ساتھ انگریزی الفاظ مرکب ہیں اور صحیح یہی ہے کہ جو حق آمیزش عربی فارسی

الفاظ کو باہم دیا جاتا ہے وہ انگریزی الفاظ کو کیوں نہ دیا جائے گا، دیا جائیگا اور ضرور
دیا جائے گا اسواسطے کہ جو خصوصیتیں عربی کو حاصل نہیں ایک عربی کی عالمگیر تعلیم
دوسرے حکومت کی حمایت یہی دونوں قوتیں اب انگریزی کی موید و مساعد ہیں اور
اردو کی غور و پرداخت عربی ادیبوں کے ہاتھ سے نکل کر انگریزی اتالیقوں کے قبضہ
میں آرہی ہے۔ ہمارے روزمرہ میں خدا جانے کتنے انگریزی الفاظ فارسی عربی
سے مرکب مستعمل ہیں مثلاً وکیل کانفرنس سفیر کانفرنس صدارت کانفرنس کانگریس
سمن طلبی۔ وارنٹ گرفتاری۔ جمعدار ایجنسی احاطہ رزیڈنسی۔ محکمہ انجنیری عدالت
کلکٹری۔ حکم کمشنری۔ فیصلہ گورنری۔ ملازمین ڈاک۔ ملازمان پولیس۔ سلطنت انگریزی
حکومت برٹش وغیرہ وغیرہ اب ان کو نظم کرنے سے کیا شاعری میں پلیگ کے جراثیم
پھیلتے ہیں نظم خود نثر کی موزوں صورت کا نام ہے نہ کوئی اور جداگانہ چیز جو بولیں گے
وہی لکھیں گے اور اسی کو روزمرہ کہتے ہیں مذہبی تعصب وطنی منافرت نسلی مغائرت
فصاحت و بلاغت کی آڑ میں کب تک انگریزی الفاظ کی مزاحمت کرتے رہیں گے
جس طرح انگریزی خوانوں کی تکفیر کرنے والے کچھ مر گئے کچھ تھک گئے کچھ دم توڑ رہے
ہیں مگر انگریزی کی تعلیم کی رو اور نئی روشنی کا دریا نہ رکا اسی طرح انگریزی مفردات
و مرکبات کے مخالف بھی زمانہ سے ٹکرا کر چورا ہو جائیں گے اور دہر حکومت کے
مزاج کے موافق آج تک زبانوں کو جن سانچوں میں ڈھالتا رہا ہے اردو کو بھی
ڈھالتا رہے گا اس کا کیا سبب کہ بولنا حلال اور لکھنا حرام میں اس فرق کو نہیں سمجھا
اور نہ ابتک کوئی سمجھا سکا زمانہ کو پلٹانے والے زمانہ کو ایک منٹ بھی پیچھے نہیں
پلٹا سکتے اور ٹھہرانے والے ایک سیکنڈ بھی نہیں ٹھہرا سکتے۔ آتش ناسخ ذوق و غالب

کے زمانہ تک واپس لیجانا کیسا اور امیر اور داغ کی زمانہ پر ٹھیرانا کیا معنی۔

۵۔ قدیم شعرا کے عربی فارسی مستعملہ الفاظ یا اکا دکا انگریزی الفاظ تک اردو محدود نہیں اور ان کے فتوے پر استعمالی حلت و حرمت کا مدار نہیں بلکہ وہ بھی مفتی دوران کے حکم پر کاربند تھے اور ہم بھی مفتی دوران کی مرضی دانی پر مجبور ہیں ان کے زمانہ میں ان میں سے بعض اشیا یا بعض نام نہ تھے۔ جیسے۔ اسٹیمر۔ بوٹ۔ اسٹیم۔ ٹیلی گرام۔ ریل۔ انجن۔ سب میرین۔ گراموفون۔ ریکارڈ۔ ڈراما۔ سین۔ پلاٹ۔ ڈراپ ڈراپ سین۔ ولن مور۔ ہیرو۔ پالیسی۔ ڈپلومیسی۔ بمبارڈ۔ لیونڈر یسوڈا جنٹلمین۔ ایجوکیشن کرکٹ۔ فٹ بال۔ آؤٹ۔ گول۔ میچ۔ چالینج۔ کاٹ۔ باونڈری۔ ایجنٹ۔ کمیشن ایجنٹ۔ پیکنگ۔ اسٹیشن۔ ٹرین۔ ریلوے لائن۔ پاس۔ فیل۔ کلاک تھیٹر۔ پلیٹ فلم کانفرنس۔ کانگریس۔ سکرٹری۔ پریزیڈنٹ۔ اسپیچ۔ کلرک۔ موٹر۔ لکچر۔ اڈریس۔ ریزولیشن۔ ڈرل۔ جمناسٹک۔ سرکس لیسنس۔ ڈیوٹی۔ تھرمامیٹر۔ کیمرہ۔ فوٹو۔ اسٹینڈ۔ فونوگراف۔ بائیس کوپ۔ ہوٹل۔ ٹورن۔ کالج۔ کلب۔ لیمپ۔ بورڈ۔ ہارمونیم اسکول ٹیچر۔ ماسٹر۔ ڈاکٹر۔ پرنسپل۔ پوسٹ ماسٹر۔ پروفیسر وغیرہ۔ ہزارہا الفاظ ہیں تو کیا اس وجہ سے کہ یہ جدید اشیا و اسما تھے اور پیمبران سخن نے استعمال نہیں کیے انکا استعمال احداث فی الدین جانیں جس پر وعید سقر ہے بلکہ ہمارا نظم یا نثر میں لینے سے جھجکنا صرف تقلیدی بزدلی اور قوت اجتہادی کا فقدان ہے میرے نزدیک دنیاوی امور میں یہ خیال ہی تنزل کا باعث اور تباہی کا پیش خیمہ ہے کہ جو کرنا تھا بزرگ کر چکے ہم کو اپنی قوت اختراعی اور قوت فیصلہ سے کام لئے بغیر زندگی بسر کرنا ہے حق یہ ہے کہ ہر پشت کو اپنے حصہ کا کام اپنے وقت میں کرنا ہے جس طرح خوراک پوشاک مکان فرنیچر آلات۔ ادویہ

تعلیم وغیرہ وغیرہ اشیا میں ترمیم وتنسیخ کرنی پڑتی ہے زبان میں بھی کچھ نہ کچھ اختلاف کرنا پڑتا ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ سلطنت بدل گئی تعلیم کا سلسلہ نیا ہو گیا ایجاد و اختراع ٹڈی دل کی طرح اُبل پڑے علوم میں ترقیاں تبدیلیاں ہوئیں۔ نئے علم پیدا ہوئے تحقیقات کے عشق نے زمین کے نیچے اور آسمان کے اوپر تک ہر ذرہ کو جانچا سمجھا دیکھا مضامین و مطالب کا ہجوم اسقدر بڑھا کہ ایک سر میں سمانا محال ہو گیا ایک صدی پہلے کا بنا ہوا چھوٹا سا غلاف لاغری کا لباس اس علمی فربہی کے زمانہ میں خیالات و معلومات کے جوان وفربہ جسم پر نہیں آسکتا آج آتش ناسخ ذوق ومومن ہوتے تو اُن کو بھی انگریزی الفاظ کا استعمال کرنا ہی پڑتا یہ سچ ہے کہ زیادہ کام کرنے والے ہر سلسلہ میں چند ہی دلیر ہوتے ہیں جو پیش قدمی اور انقلاب کیا کرتے ہیں اور باقی تو انجن کے ساتھ مال گاڑیوں کی طرح کھنچے چلے آیا کرتے ہیں یہ بھی مسلم ہے کہ کام کرنے والوں کے متحرک اعضا پر مفلوج طبایع حضرات اعتراض بھی ضرور کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہوتا وہی ہے جو مزاج دوران کے مطابق قاعدہ ارتقا کے تحت میں ہوتا چلا آتا ہے چونکہ مفرد انگریزی الفاظ میری ہم روش گردہ میں بہت زیادہ مستعمل ہیں میں نے بھی بعض الفاظ استعمال کئے ہیں۔ فاضل معاصر نیچرل شاعر مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں۔

پارلیمنٹ کھلا کشور دل کے اندر — عقل نے تخت کی اسپیچ پڑھی پیش حواس
ایسے دربار مقدس میں اُسے بار ملا — جسکا دانش کے لونڈر سے معطر تھا لباس
ہر مجسٹی دی کوئن وارث تخت و دیہیم — تخت برٹش پہ ہوئیں زیب فزائے اجلاس
کھل گیا سطح حکومت کا نشیب اور فراز — حسن تدبیر کی جسوقت لگائی کمپاس

کر دیا ہند کے اجزای پریشاں کو بہم　　جڑ گیا ٹوٹ کے پھر نظم و سیاست کا گلاس

ان اشعار میں ۔ پارلیمنٹ ۔ اسپیچ ۔ ہر مجسٹی دی کوئن ۔ کمپاس ۔ گلاس ۔ کلاس وغیرہ کتنے انگریزی الفاظ اور تخت کی اسپیچ نئی اصطلاح اور کئی نئے مضمون ہیں جو پہلے نہیں باندھے گئے ہیں مثلاً میول و الا مضمون کمپاس میں شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی فرماتے ہیں۔

اک نصف درجن آنکھوں سے گذرے ہیں لفٹنٹ
پر ان کے انتظام کے بالکل نئے ہیں ڈھنگ

ہر منٹ اور ہر سکنڈ اک آدمی ہی فی المثل　　اس کا ہو چکنا گذر جانا ہے اسکا انتقال
وہ نہ تھا جلسہ مگر اک کورٹ تھا بے اشتباہ　　وہ نہ تھا جلسہ مگر دربار تھا بے قیل و قال
ایسا لکچر دے کہ پا جائے ہمیشہ کے لئے　　طب یونانی و انگریزی کا جھگڑا انفصال

ان اشعار میں درجن ۔ سکنڈ ۔ کورٹ ۔ لکچر وغیرہ انگریزی الفاظ ہیں ۔

فاضل معاصر لسان العصر حضرت اکبر فرماتے ہیں ۔

غصہ آتا ہے تو نیچرل ہے اکبر　　لیکن ہے شدید عیب کینہ رکھنا
تزئین وہ ہو کہ خاکساری بھی ہو ساتھ　　اسپیچ وہ ہے کہ جسمیں یارب بھی ہو
یہ تسبیح و تکبیر و حمد و دعا　　ہے نور دل بندگان خدا
یہ پلٹن کے گورے ہر اتوار کو　　سجاتے ہیں گرجا کے دربار کو
اگر یہ کہو ہیں وہ بالکل خموش　　تو دیکھو کہ عابد ہیں حضرت بہوش
جب اڈورڈ ہفتم ہوئے تھے علیل　　تو کی قوم نے یاد رب جلیل،
کمی کی نہ اسٹیٹ نے خرچ میں　　دعائیں ہوئیں دھوم سے چرچ میں

وہ جنرل کہ دبتی تھی جنسے زمین
ہیں گرجا میں راکع مع الراکعین

ان اشعار میں نیچرل اسپیچ پلٹن اسٹیٹ چرچ جنرل وغیرہ کتنے انگریزی الفاظ ہیں اسکے بعد چند سطرین نثر شمس العلما حالی کی ملاحظہ ہوں۔

"مگر سر سید کی تحریروں کو ہم اس عام قاعدہ سے مستثنیٰ پاتے ہیں اُن کی ہر قسم کی بے انتہا تحریروں کو کیا تاریخی کیا علمی کیا مذہبی کیا اخلاقی کیا سوشل کیا پولیٹکل کیا اوفیشیل کیا لیگل جو علیگڈہ گزٹ تہذیب الاخلاق و تصانیف احمدیہ سالانہ رپورٹوں عدالت کے فیصلوں جلسوں کی روئدادوں اور پرائیویٹ خطوط وغیرہ میں موجود ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شاخ میں وہی پیرایہ بیان پایا جاتا ہے جو اُس کے لئے موزون ہے" (حیات جاوید حصہ ۲ بیان طرز تحریر) اس عبارت میں سوشیل پولٹیکل آفیشیل۔ لیگل۔ گزٹ۔ رپورٹ۔ پرائیویٹ انگریزی الفاظ ہیں ان مثالوں کے بعد یقین کیا جائیگا کہ ملک کے جدید یا جدید قسم کے اہل علم ناظموں ناثروں نے کس کثرت سے انگریزی الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

۶۔ فارسی۔ عربی الفاظ جو اپنے اصلی معنی سے دوسرے معنی مجوزہ اردو میں مستعمل ہیں اردو کے مقررہ معنی میں عطف و اضافت کے ساتھ لانا مباح جانتا ہوں اور قدیم اور جدید ناظموں اور ناثروں کے کلام میں پاتا ہوں اور اُس کے خلاف تجویز کرنے والوں کو زبان کا دشمن اور وسعت کا مخالف سمجھتا ہوں۔ البتہ جب اُس لفظ کے تلفظ میں تغیر بھی ہو جائے تو خیر مگر آیندہ آنے والی نسلیں اس استثنا کو بھی حذف کردینگی۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ محرم جب انگیا کے معنی میں مستعمل ہوا جو عربی میں نہیں ہے تو اس معنی میں محرم عطف و اضافت کے ساتھ نہیں آسکتا حالانکہ آتش

مرحوم کے ہاں یہ لفظ باضافت موجود ہے اور تلاش سے اور اساتذہ کے ہاں بہت الفاظ مل سکتے ہیں اور مرثیہ گو اساتذہ کے ہاں ایسے بہت الفاظ موجود ہیں جو آسمان شاعری کے نیر اعظم ہیں۔ ہمکو اس وقت جس وسیع زبان اردو کی ضرورت ہے وہ اس کو ایک نعمت الٰہی جانتی ہے اور اس سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ان حضرات کی تجویز کے مطابق نہ پرچہ اخبار کہہ سکتے نہ اخبار گوہر بار کیونکہ فارسی عربی میں اخبار کے معنی نیوز پیپر نہیں ہیں اخبار کو فارسی ایرانی میں روزنامہ اور عربی میں جریدہ کہتے ہیں نائی کو اردو میں حجام کہتے ہیں لہذا نہ ترکیب اضافی میں اُن کے حکم سے آسکی نہ توصیفی میں نہ اور ترکیب میں، آج ایرانی فارسی میں نائی کو دلاک کہتے ہیں۔ اور اس تجویز کے مطابق جسقدر عہدہ داروں کے نام ہیں مثلاً تحصیلدار ناظم۔ منتظم۔ تعلقہ دار۔ سررشتہ دار۔ فوجدار۔ بخشی وغیرہ سب الفاظ ہوئے عطف اضافت کے ساتھ آہی نہیں سکتے اور اگر ان کو اعلام بھی فرض کرلیں تو اور ہزارہا الفاظ ہیں حالانکہ امثلہ ذیل سے معلوم ہوگا کہ یہ ترکیب برابر مقبول ہے۔ حضرت لسان العصر اکبر فرماتے ہیں۔

محتاج درد وکیل و مختار ہیں آپ ‌ ‌ ‌ سارے عملونکے نازبردار ہیں آپ
الزام کہیں مشق قواعد کا نہ لگ جائے ‌ ‌ ‌ صوفی بھی بہت کود اوچپل کر نہیں سکتے

ان اشعار میں وکیل بہ معنی وکیل عدالت جس کا خاص معیار لیاقت قانونی مقرر ہے اور مختار سے درجہ میں ممتاز ہے وہ جو کچھ عدالتی استحقاق وخصوصیات رکھتا ہے ہرگز عربی لغت میں مشروط نہیں خاص اہل اردو کا ساختہ پرداختہ ہے پھر بھی وہ در کا مضاف الیہ اور مختار کا معطوف علیہ واقع ہوا ہے اور یہی حال لفظ مختار کا ہے کہ

ہرگز عربی لغت میں اُس کے یہ معنی نہیں جو قانونی یا خانگی اصطلاح میں لئے جاتے ہیں۔ دوسرے شعر میں قواعد جو جنگی کرتب کی مشق آلات حرب کے استعمال کے معنی میں لیا جاتا ہے ہرگز لغت عرب میں نہیں ہے وہ تو محض قاعدہ کے جمع ہی اور معنی عام ہیں اس اُردو کے مفروضہ معنی میں یہاں ترکیب اضافی کا ایک رکن بڑا ہے۔

۷۔ قافیہ کی نزاکت کا بعض جا شاید پورا خیال نہیں رہا مثلاً کبیرہ اور خبیرا گرچہ شکل بہت مستعمل ہے اور پڑہانی سنانی۔ رلادیا دکہادیا، جلاتا ہے، بجہاتا ہی رلاتی۔ جلاتی۔ جلاتا۔ بجہاتا یہ تمام الفاظ باہم قافیہ واقع ہوئے ہیں ہاں ان کو صلاحیت قافیہ یا طریق تعدیہ۔ یا تعدیہ در تعدیہ نے بخشی ہے ورنہ اُن کی لازمی یا متعدی مصادر کی نا علامت مصدری نکالنے کے بعد صلاحیت قافیہ باقی نہیں رہتی اور اس بنا پر اِن میں ایطا لازم آتا ہے اور یہ بڑی غلطی ہے مگر اس غرض سے راہ نظم میں قدم قدم پر ٹہوکریں قایم ہوتی اور جا بجا گڑہے پڑتے ہیں مجہہ سے ممکن ہتا کہ یا تو میں ان کو اور اُن کی مثل کو بدل دیتا یا اِن چند قطعوں اور رباعیوں کو کاٹ دیتا تو بہی کیا کتاب میں نقص اور مضامین میں کمی آجاتی لیکن جبکہ میں متقدم معاصر مجتہدان شاعری کو کثرت کے ساتہہ ایسے قوافی استعمال کرتے دیکہتا ہوں اور اُن کی نسبت کسی طرح یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ناواقفی فن سے مسامحت ولغزش ہوگئی ہے تو میں نے بہی اس کی کچہہ پروا نہ کی کل مسدس حالی میں تو خدا جانے کتنے زیادہ اشعار میں یہ بات ہوگی صرف ضمیمہ کو سرسری نظر سے دیکہا تو کوئی ایک سو باسٹہہ بندوں میں سے بیس بندوں میں ایسے ہی قافئے ہیں جن کا مصدر اصلی بعد حذف علامت مصدر قافیہ نہیں رہتا طریق تعدیہ نے مصادر و مشتقات کو باہم ہم قافیہ

کردیا ہے ان کے علاوہ فاضل نارنولی جناب مولانا مولوی سلیم الدین صاحب تسلیم مرحوم نے اسی طرز پر حالی کی تردید میں ایک اہم حجم مسدس لکھا ہے اس میں حالی کے ایک بند میں لفظ شاداں اور خواہاں میں ایطا بتایا ہے اس میں تو ایطا ہونا نہ ہونا محل نظر ہے مگر ان قوافی میں ایطا نہیں بتایا جن کو طریق تعدیہ نے باہم قافیہ بنا دیا ہے ۔ بلکہ بیس ایک بندوں میں خود ایسے قوافی استعمال کئے ہیں اس سے ثابت ہے کہ ان بزرگ کے نزدیک بھی انہیں قابل گرفت یا صریح ایطا نہ تھا اور تعدیہ کے آڑ اس جرم کے لئے گویا ایک ایسی معذرت ہے جو ا باحت تک پہنچا دیتی ہے ۔

چنانچہ ایک جا خود فرماتے ہیں۔

نئی روشنی کے دکھا دینے والے چراغ ہدا کے بجھا دینے والے

اس میں دیکھنا اور بجھنا اصل مصدر ہیں اس میں ایک متعدی اور ایک متعدی المتعدی ہو کر ہم قافیہ ہوئے ہیں مگر میں اس میں ایک عذر کروں گا کہ صلاحیت قافیہ ایک کو متعدی اور ایک کو متعدی المتعدی بنانے والے اعراب و حروف نے بخشی ہے لیکن اور قوافی اس سے بھی صاف ہیں۔

ص جاؤ جھکاؤ جماؤ چڑھاؤ ۔ ص پھرانا جھکانا لگانا چڑھانا ص نہاؤ سجاؤ لگاؤ مناؤ کھانا بجانا منانا اوڑانا ص ڈبویا کھویا رویا ص ہلا کر لا کر ڑھا کر بٹھا کر ص اٹھایا ۔ جمایا ملایا پھیلایا ص گرانے جلاتے ۔ اس بیان سے میرے لئے کافی عذر اور حالی کی غلطی نہ کرنے کا ثبوت مولانا تسلیم مرحوم کے گرفت نہ کرنے بلکہ خود اس کو بہ کثرت استعمال کرنے سے ہو گیا ۔ مگر ہاں جہاں ایطا کے عذر کے لئے اتنی بھی آڑ نہ ہو وہاں بہت دشواری ہے مثلاً مولانا تسلیم مرحوم ایک جا فرماتے ہیں۔

انہوں نے اسے بحر میں یوں لکھا ہے   کہ ہیں نے کئی بار فتوے دیا ہے

اس میں لکھنا اور دینا تو آپس میں قافیہ نہیں اور لکھا ہے دیا ہے دونوں ماضی قریب ہونے کے سبب قافیہ معلوم ہوتے ہیں ان میں قافیہ بنانے والا تغیر ایک ہی معنی میں مکرر ہے یہ صریحاً ایطا ہے اسی قسم کے قوافی اور بھی کئی جا ہیں مگر ان بزرگوں کیساتھ میرا حسن ظن یہ کہتا ہے کہ ضرور کچھ سمجھکر یہ اور ایسے قوافی باندھے ہونگے جس کو میں نہیں سمجھا۔

اب میں اپنی طرف سے اپنے کم بخت دل کا ایک خطرہ بیان کرتا ہوں کہ اس کا کیا سبب ہے کہ جن بناؤں پر اور جن وجہوں سے اردو فارسی الفاظ پر ایطا کا عیب قایم کیا جائے اُنہیں صورتوں یا اُن سے مشابہ صورتوں میں عربی الفاظ پر بھی الزام قائم نہ کیا جائے اور ان میں ایطا یا مشابہ ایطا یا اور ملقب وغیر ملقب عیب قافیہ نہ مانا جائے مثلاً ایسے قاعدہ تعدیہ کو لیجئے کہ جو مجرد مادی اور ابواب میں منتقل ہو کر قافیہ گردانے جاتے ہیں اُن کی زوایدِ نقل باب کو جو صلاحیت قافیہ پیدا کرنے والے ہیں جدا کریں تو قافیہ باقی نہیں رہتا اور جس شئے یعنی جن حروف و اعراب نے صلاحیت قافیہ بخشی ہے ایک ہی معنی و ایک ہی مقصد کے لئے دونوں قافیوں میں آگئے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ معناً ان میں بھی وہی بات ہے جو چھوڑانا اور اوڑانا میں ہے یعنی اصلی مقصد چھُٹنا اور اُڑنا قافیے نہیں متعدی ہو کر علامت تعدیہ نے صلاحیت قافیہ بخشی ہے اسی طرح تدویر۔ تذکیر۔ تزویر۔ تسطیر۔ تصغیر۔ تقدیر۔ تقصیر۔ تکفیر۔ کہ ان کے مادی بالترتیب دور ذکر زور سطر صغر قدر قصر کفر ہیں جو آپس میں درست قافیے نہیں کیونکہ حرف ردف و حرف قید کا اختلاف ناجائز اور مشہور عیب ہے اور دیگر وجوہات بھی انکی

صحیح قافیہ نہ ہونے کے موجود ہیں ان تمام الفاظ کو فقط باب تفعیل کے ڈہلاؤنی مشابہ
بہ قافیہ کردیا ہے اور وہ اضافہ یا تغیر یا حروف و اعراب یا ڈہلاؤ ہر جگہ ایک ہی
غرض کے لئے ایک معنی میں مکرر آئے ہیں پس ایطا ہے یا جو مادوں کی نسبت
سے عیب قائم ہے وہ عیب ہے اور اگر ایطا سے اسقدر فرق ہے کہ انہیں حرف
روی اصلی ہے تو ایطا کا بھائی ضرور ہے اگر ابتک توجہ نہیں کی گئی تو اب فن کی
تکمیل کرنی چاہئے یہی حال اور تمام ابواب کا ہے مثلاً تعجب و توہب استقبال و
استیصال افتخار و اعتبار وغیرہ وغیرہ یہی حالت وزن اسم فاعل میں ہے مثلاً
قاتل قائل ان میں وزن فاعل کے ڈہلاؤ نے قابلیت قافیہ پیدا کردی ہے ورنہ
قول و قتل باہم غلط قافئے ہیں کیونکہ حرف قید کی تکرار واجب ہے یہی کیفیت وزن
مفعول کی ہے مثلاً منشور۔ مقدور۔ مکسور۔ مسحور وغیرہ کہ ان کی مادی نشر قدر کسر سحر
غلط قافئے ہیں اسی طرح دیگر مشتقات میں اور یہ کوئی زیادہ فرق نہیں ہے کہ عربی
اسم فاعل و اسم مفعول وغیرہ بنانے والے اعراب و حروف روی کے پہلے ہیں
اور فارسی اسم فاعل اسم مفعول زندہ و شکنندہ اور رفتہ و شکستہ میں بالکل
آخر اور لگا ہوا اور لکھا ہوا اردو میں آخر میں ہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ صلاحیت قافیہ
ان سب میں ایک ہی معنی و مقصد میں مکرر آئی ہے تو نام بھی سب کا ایک ہے
یا ایک عیب کی دو قسمیں ہونی چاہئیں اور درحقیقت وہ الفاظ باہم صحیح قافیہ
ہونے چاہئیں جن کے مادے باہم صحیح قافیے ہوں جیسے تنویر اور تزویر وغیرہ۔
مگر میں توسیع کا حامی ہوں تو استعمال شعرا اور ادبی فوائد کے لحاظ سے عملدرآمد کو
صحیح قاعدہ سمجھتا ہوں ایک جا میں نے تھا اور برسا قافیہ باندھا ہے اسمیں تھام

اور بہا ماضی ہے ایک جگہ جاؤ کا قافیہ نِثار باندھا ہے اور ایسا جائز و مستعمل ہے کہ حرف کے مقابلہ میں حرکت کام دیتی ہے اور نہو تو آج سے سہی ایک جا تاب و آفتاب قافیہ ہے ایک جگہ تاب بمعنی چمک اور دوسرا تاب تافتن بمعنی گرم کرنا سے مشتق ہے کیونکہ آفتاب کی ترکیب یہ بھی مانی گئی ہے کہ تابندہ آب یعنی پانی کو گرم کرنے والا اور فامبدل یا ہی ایک جگہ مصرعہ اولیٰ و مصرعہ رابعہ میں دین قافیہ مکرر آیا ہے اگر دوم و چہارم کا قافیہ ایک ہوتا تو ایطا ہوتا ایک جا فرزانہ اور دیوانہ قافیہ ہے مگر ان کی ترکیب یکساں نہیں بلکہ فرزان بمعنی دانش کا الف و نون اصلی ہی ایک جگہ کہے جائیگا اور لیجائیگا قافیہ ہے اس میں شاید ایطا ہو مگر کثرت استعمال اساتذہ نے اُس اعتراض کو پامال کر دیا ہے نیز اور مشتقات میں یہ تصرف جائز ہے تو ایسے مشتق نے کیا قصور کیا ہے اگر میری عذرات صحت و صفائی کی حد تک نہ پہنچے اور میری تمہید میں درستی اور رائے میں اصابت نہو تو میں اپنے اشعار میں غلطی کا مقر اور اپنی کم مائگی تسلیم کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن

نکتہ چینوں سے یہ گذارش ہے پہلے دلوائیں خوبیوں کا صلہ
اور اس کی اگر نہ ہو توفیق تو نہ فرمائیں لغزشوں کا گلہ

۸۔ بعض جا لفظ اور بجائے سہ حرفی کے دو حرفی بندھا ہے مگر برجستگی اور لطف مقام کے سبب میں نے اعتنا نہیں کیا بعض جا حرف دب کر پڑھے جاتے ہیں مثلاً بزدانی میں ایک جا ایمان کی یا محض کسرہ الف کی برابر رہگئی ہے یا ایک جا اگر رکن سالم رکھیں تو کاف بیانیہ کھینچکر پڑھا جاتا ہے یا لفظ رنگت کہ میں بولتا ہوں تو لکھا بھی گو کوئی صاحب غلط سمجھیں میں اس تصرف کو درست اور اہل زبان کا حق جانتا

ہوں اور اساتذہ مُسلم کے کلام میں پاتا ہوں۔ مجکو مضمون کے دُہن نے ایسا غافل کردیا ہے کہ کلام کی زیادہ نزاکتوں کا لحاظ نہیں رہتا ورنہ اُن کو بدل سکتا تھا اتنی قدرت نہوتی تو کاٹ سکتا تھا ایک قطعہ یا رباعی کے نہ ہونے سے رسالہ میں کیا کمی آتی تھی فقط یہہ سوچ کر کہ ”بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم“ رہنے دیا بعض اشعار شاعری کے عمدہ پیمانہ پر نہیں مگر پورے مضمون یا حصہ مضمون کی چاٹ اور طبیعت کی کمزوری یا سستی نے مجبوراً اُن کو لکھوایا۔ لیکن حق یہ ہے۔

اگر انسان میں انصاف پسندی ہوگی — نکتہ چینی سے دل آزار نہ ہوگا ہر گز
نسبتاً اسمیں بھی پستی و بلندی ہوگی — ہم تو کیا شے ہیں بلا قید کسیکا ہو کلام

۹۔ بعض جا کسی اور زبان کی نظم یا نثر کا ترجمہ کیا ہے جیسے ابن یمین کے مشہور قطعہ دو تای نان گر از گندم است و گر از جو الخ یا اکبر کے ارشاد مندرجہ آئین اکبری کو نظم کیا ہے کہ سب کو تو شیطان نے گمراہ کیا شیطان کو کس نے گمراہ کیا یا ایک جگہ مولانا جامی کے شعر کے ہر مصرعہ پر سعدیؒ کی دو فقروں کو نظم کرکے قطعہ بنا دیا ہے یا بعض شعروں کے ہر مصرعہ پر ایک ایک مصرعہ لگا کر چہ مصرعہ قطعہ بنا دیا ہے یا بعض مضمون سے مضمون اخذ کیا ہے مثلاً حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔

نہ سگ دامن کاروانی درید — کہ دہقان ناداں کہ سگ پرورید

یہ نہ سرقہ ہے نہ خیانت نہ استحصال بالجبر نہ ڈاکہ۔

۱۰۔ بعض قطعے مطلع دار ہیں اور یہ امر جائز ہے اگرچہ رائج کم ہے بعض جا بھی مطلع قطع پر وزن کے سبب رباعی کا شبہ گذرتا ہے کہ اول مصرعہ میں غلطی سے قافیہ رہ گیا ہے۔

۱۱- بعض جا نظم میں کسی آیت یا حدیث یا ضرب المثل کا اقتباس یا ترجمہ کیا ہے لیکن میں کسی ایسی بدعت سیئہ کا بادی نہیں ہوا جس میں میں ہی منفرد ہوں اور مشاہیر میں سے کوئی میرا شریک نہ ہو ہاں سواد اعظم شعرا کی مخالفت اور خرق اجماع کا تقصیروار ضرور ہوں جس کو ایسی حالت میں مبطل ایمان نہیں جانتا جس طرح مجکو اپنی تحریر میں آزادی تھی کہ جو چاہا لکھا اسی طرح ناظرین اپنے تجویز و فیصلہ میں آزاد ہیں جو چاہیں کہیں اور سمجھیں اس کے بعد میں اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں لکھدوں تاکہ مضامین دور جدید سے معاندانہ نتائج نہ نکالے جائیں قطعہ -

نباشد مشربے بہتر ازیں مشرب کہ من دارم | کتاب و سنت و تفسیر و تاریخ است معیارم
بریں گردند مجبولم بریں گردند مجبورم | بکن خواہی نہ تیغم بکش خواہی سر دارم

بندہ نظیر حسن سخا دہلوی

مدرس عربی و فارسی مہاراجہ کالجیٹ اسکول

جے پور

دَورُ جَدید

جس دور میں ہیں آپ یہ ہے دورِ جدید
ہر بات کا انداز جُدا طورِ جدید
اور آج سے پچیس برس بعد۔ اگر
زندہ رہے تو دیکھئے گا اور جدید

فی الفور جدید

معشوق نئے اور ستم و جور جدید
انداز نیا طرز الگ طور جدید
گر دور جدید پر ہے قبضہ کرنا
ہو رنگ سخنوری بھی فی الفور جدید

خدا کی توحید

یوں کرتے ہیں حالات زمانہ تائید
مٹّے گا مذاہب کو بھی دَورِ جدید
رہجائیگا جو کچھ وہ ہے جان کی عظمت
انسان کی تعظیم خدا کی توحید

بنگلوں میں حسین رہتی ہیں

بنگلوں میں حسین رہتے ہیں اب گھر کیجگہ
اور تار خبر کو ہے کبوتر کی جگہ
کہتا ہے بتاکید تنہا دورِ جدید
اب بگھیاں دوڑاؤ تنگادر کی جگہ

موٹر کی جگہ

گلگشت کو ٹمٹم ہے تنگادر کی جگہ
اُڑتی ہے برانڈی مے احمر کی جگہ
اب شاعری کا رنگ بھی بدلو ورنہ
چھکڑے کو نہ دیجائیگی موٹر کی جگہ

تعصب بھی مٹا

اخلاص کے جاتے ہی تقرب ہی مٹا
جب خوف نہیں ہے تو ترقب بھی مٹا
اتنا سا کرم اور کرا اے دورِ جدید
مٹتے ہیں مذاہب تو تعصب بھی مٹا

۴۸۶

لسان العصر ایسے فلسفی شاعر کو کہتے ہیں،
کہ حالاتِ جہاں پر غور اُس کی آب و گل میں ہو
اور اس صحت سے کھینچے واقعاتِ دہر کا نقشہ
کہ جو کچھ اُسکے لب پر ہو وُہی اوروں کے دلمیں ہو

اللہ

ہم مرکب وہ بسیط

مداح مرکب وہ بسیطوں کا بسیط
اک ذرہ ہو کسطرح فلک پر حاوی

افراط کا کھٹکا کبھی خوف تفریط
اک قطرہ ہو کسطرح سمندر پہ محیط

خدا کو خدا سے چاہ

خدا کو چاہ خدا سی نہ عقل و دانش سے
کہ جسکی عقل منور ہو اُسپہ روشن ہے

لگا کے دیدۂ بینش میں سرمۂ مازاغ
چراغ را نتواں دید جز بنور چراغ

سو نام مسمی ایک

وُہی اللہ وُہی ایزد وُہی رام اور وُہی گاڈ
ایک ہی مطلب ہے سبکا اور اگر یہ بھی نہو

وُہی مسجد وُہی مندر وُہی گرجا لے سمجھا
خواب یک خوابست و باشد مختلف تعبیرہا

خدا ہی خدا ہے

جو مذہب کے قائل ہیں وہ مانتے ہیں
کہ ہم سب کے اوپر خدا ہی خدا ہے

جو مذہب کے منکر ہیں وہ جانتے ہیں — کہ ہم سب کے اوپر خلا ہی خلا ہے

تو آنکھوں سے کیوں چھپا

یہ جان کر کہ میری سمجھ میں فتور ہے — یہ مان کر کہ سوءِ ادب بھی ضرور ہے
میں باریاب ہوں تو خدا سے کروں سوال — آنکھوں سے کیوں چھپا جو دلوں سے بھی دور ہے

ہر شے میں فتور نظر آتا ہے

ہر شے میں نظر آتا ہے دُنیا کو فتور — پس دو میں سے اک بات مسلّم ہے ضرور
یا عقل سے خالی ہیں خلائق کے دماغ — یا عقل سے خالی ہے خداوند غفور

وہ جو چاہے سو کرے

خوش ہو تو وہ پانی کو ابھی دودھ کرے — ناخوش ہو تو مقبول کو مردود کرے
ہے ارض و سما قبضۂ قدرت میں [illegible] — دم بھر میں جو چاہے مرا معبود کرے

نبوت و معجزہ

جی چاہتا ہے نعت پیمبر لکھوں — اعلا لکھوں بہتر لکھوں برتر لکھوں
کیا جذبۂ شاعری میں ایماں کھو دوں — قرآں کا جواب بندہ ہو کر لکھوں

معجزہ

عادت کو بدلتا نہیں ربِ اکبر — اور معجزہ کی پوچھو تو بندہ پرور
یا ہے وہ کسی ضابطہ کا استثنا — یا اور کسی قاعدہ کا اک نمبر

مراتب کی جانچ

جن کے درجے دیکھنے منظور ہوں — اُن کے تفضیلی کوائف دیکھیے
اور ملا کر چند امورِ خاص میں — ا سے ۹ لاالیف۔ بے لاالیف دیکھیے

قران شریف

حقیقت یہ ہی قران مجید آیا تہا دنیا میں
عمل کرنیکی نیت سی فقط پڑہنے پڑہانے کو

مگراب اُسکو دُنیا دار رکھتی ہیں حفاظت سے
اُٹھانیکو مہوا دینے کو اور لینے سُنانیکو

قرات قران

قران پڑہنے والونمیں کچہ یہ زمزمہ کیسا تہ
گنبد بار پر اُترتے ہیں پنجم پہ چڑہتے ہیں

اور سامعین میں ہے یہ خوبی کہ لے کیسا تہ
جب خوب گائیے تو کہیں خوب پڑہتے ہیں

اہل بیت وصحابہ کی تعریف

تہا تو معاملات وعبادات کا کفیل
قران پاک پہلے زمانہ میں لیکن اب

اک سمت اہل بیت کی تعریف میں ہی کل
اور اک طرف صحابہ کی توصیف میں ہے سب

آلہ حلت وحرمت

نفسانی خواہشونکے مطابق قران کو
آلہ بنا رکہا ہے حلال وحرام کا

اور اُس پر اعتراض کیا جائے تو کہیں
کافر یہ معجزہ ہے خدا کے کلام کا

قران میں کفر کے معنی

کفر کے معنی ہیں بیدینی کہیں تو ہر جگہہ
اور کہیں عشق خدا چشمہ ہے جو عرفان کا

اسطرح کرتا ہے جو معنی وبو قلموں بیان
دہوپ چہاؤنکا ہی بستہ شیخ کی قران کا

اجتماع نقیضین

یا تو یہ معجزہ ہے کلام مجید کا
یا ہے عنصرین کا انجام جد وکد

یعنی کہ ایک شئے کیلئے ایک ہی مقام
حرمت کی بہی دلیل ہے حلت کی بہی سند

حروف مقطعات

گر ہو نگاہ تو علمائے کرام کی
دیکھے مقطعات میں طبع آزمائیاں
لیکن جہاں میں کون کرے اسکا فیصلہ
ان کی ہیں یا خدا کی یہ معجز نمائیاں

وادی ایمن بنا دیا

ایسے بھی ہیں قران پڑہا تو رُلا دیا
معنے کہے تو نور کا جلوہ دکھا دیا
تفسیر کی اگر انی سنج طور کی
محفل کو رشکِ وادی ایمن بنا دیا

دواد اور ضاد

لڑتے ہیں اسطرح سے دواد اور ضاد پر
گویا نبی کے ساتھ چڑہے ہیں جہاد پر
تفسیر و ترجمہ سے تو کچھ واسطہ نہیں
قراں کو رکھ لیا ہے فقط حفظ یاد پر

کتاب و خبر

سچ تو یہ ہے کہ کلمہ گو کے لئے
تہے کتاب و خبر مدار نجات
وہ تو گم ہو گئے اور اُن کی جگہ
رہگئے قصہ جات و موضوعات

یعنی کے معنی

وعظ میں ہوتا تہا جب تک ترجمہ قرانِ کا
ایک خانصاحب سماعت کرتے تہے آرام سے
اور یعنی سُنتے ہی چلدیتے یہ کہتے ہوئے
اب یہ فرمائیں گے اپنی سی خدا کے نام سے

شیطان

جب آئے لفظ شیطاں تری لب پر
تو پڑہ لاحول بھی اے مرد دیندار

کہ دانایانِ پیشیں کہہ گئے ہیں ،	چو نام سگ بری چوبے بدست آر

یارِ بد اور مارِ بد

میں ہوں اور ہمراہ شیطانِ لعین	یا غیاث المستغیثین المدد
اس کے کاٹے کا نہیں بالکل علاج	یار بد از مار بد تر بود

شیطان کا کیا قصور ہے

دُنیا کو کیا گر اُس نے گمراہ	شیطان کا قصور کیا خدایا
شکوہ تو ہے اُس سے جس نے کُتا	فربہ کیا کاٹنا سکھایا

کس نے کیا

انسان کو آمادۂ شر کس نے کیا	اس سنگ میں پیدا یہ شرر کس نے کیا
دُنیا کو تو گمراہ کیا شیطان نے	شیطان کو گمراہ مگر کس نے کیا

عقل و نفس

خواہشوں کا ہجوم ہے دل میں	کیسی شیطان کی بن آئی ہے
دیکھیے کس کی فتح ہو آخر	عقل اور نفس میں لڑائی ہے

عقاید

اب نا سخ کتاب و خبر ہیں رد آئیں	یہ کیا غضب ہے مالکِ تقدیر الغیاث
قرآنیں ورد پڑھتے ہیں ایاک نستعین	قبروں پہ روز کرتے ہیں یا پیر الغیاث

میڈم بلیوٹسکی بانی تھیاسوفی کا مقولہ

ایک میڈم کا مقولہ ہے کہ ہر مذہب میں	دیدۂ عقل کو کرتا ہے عقیدہ اندھا
میں یہ کہتا ہوں مگر جب کہ غلط ہو ورنہ	ایسی ترتیب غلط ایسا نتیجہ اندھا

تمدنی نیک و بد

کفر و ایماں سے کسی کے کیا ضرر کیا فائدہ — پوچھئے مجھ سے تو ہی سو بات کی بات ایک
بد وہ ہے جسکا عقیدہ نیک ہو اخلاق بد — نیک وہ جسکا عقیدہ بد ہو اور اخلاق نیک

سارے ادیان ایک ہیں

سارے ادیان ہیں اصولاً ایک — بے سبب ہو بہم یہ جنگ و جدال
مشترک سب میں ہیں یہ تین امور — عمدہ فعل عمدہ قول عمدہ خیال

توحید کا یقین

جب میں نعوذ باللہ ہوں تثلیث کا مقر — عیسائی ہوں اگرچہ بظاہر نہیں ہوں میں
اور جبتک اسکی ہے مجھے توحید کا یقین — سارا جہان پکارے تو کافر نہیں ہوں میں

عقل و نقل

تیرگی و گمرہی و ابلہی معدوم ہے — نور جس جا ہو چراغ عقل و شمع نقل کا
دونوں باہم راہبر ہیں دونوں باہم دستگیر — عقل ہے دیں کی محافظ دیں محافظ عقل کا

دین میں اضافے

خدا نے عقل کو ہر چیز کا دیا ہے تمیز — جہانتک عقل نہیں دین میں وہاں اضافی ہیں
خدا نے دین کو اخلاص سے کیا ہے عزیز — جہاں کہ دین نہیں اخلاق وہاں لفافی ہیں

فلسفہ اور دین

کیا پوچھتے ہو فلسفہ کی اور دین کی — یہ شرح ہے اس قصۂ غم آگین کی
یہ نوچتا ہے فلسفہ کے پتوں کو — وہ کھوکھلی کر ڈالتا ہے جڑ دین کی

انجمن تاویل سے

رہروانِ منزلِ تقلید آبائی کو تھا — پار ہو سکتے نہیں جب فلسفہ کی جھیل سے
سخت کوشش پہ بھی ٹوٹی مال گاڑی کی طرح — چلتی ہیں مذہب کی ریلیں انجن تاویل سے

علم و عمل

کل شرع سے سوال کیا علم بے عمل — کیا شے ہے تو جواب دیا کہ ضلال ہے
پھر یہ کیا سوال کہ بے علم کے عمل — کیا شے ہے تو جواب دیا کہ وبال ہے

قبر کا حال

ایک بی اے نے ادب سے یہ کہا۔ قبر کا حال — آپ سمجھائیں دلائل سے ذرا مولانا
تو کس اخلاق سے فرماتے ہیں شاگردوں سے — لڑکو جلدی سے جھپٹ کر مرا سونٹا لانا

کنج لحد

وہ قلب فلک میں ہو تو یہ قلب بشر میں — خورشید میں ضو ہے کہیں داغوں کے برابر
روشن ہو اگر دل تو نڈر کنج لحد سے — اک شمع ہے یہ لاکھ چراغوں کے برابر

تقدیر

زباں مکشائے در مدح زبوناں — نیابی بیشتر از رزق مقسوم
مکش از بہر یک ناں ننگ دوناں — نمیری پیش تر از وقت معلوم

تقدیر و تدبیر و توکل

تقدیر کا روکے سے کبھی رک نہیں سکتا — دنیا میں ہوئے جاتا ہے ہر طرح گذارا
بدخواہ اگر بھونکتے ہیں بھونکنے دیجے — آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را

تقدیر کاہلی کا نام ہے

موجودہ مسلمانوں کی ابتر حالت — سب واعظوں کے دم کی ہے خیر و برکت

صدیوں میں سکھایا ہے دلائل سے ہمیں	تقدیر ہے کاہلی توکل غفلت

تقدیر و تدبیر

جن کے سب اسباب ہوں پیش نظر	صرف ہو تیرے ارادے کی کسر
وہ ہیں تدبیری امور اور اُن کے بعد	جو ہو سب تقدیر کے زیر اثر

جس نے جان دی نان بھی دیگا

گر نہو دولت کا ہوکا گر نہ ہو دُنیا کی حرص	بے ایمانی کرکے کھوئیں کس لیئے ایمان بھی
گر مقدر پر بھروسہ ہو تو یہ رکھے یقین	جس خدا نے جان دی ہے وہ ہی دیگا نان بھی

مقدر اور گٹھیا

مقدر ہی کمائیگا مقدر ہی پکائے گا	مقدر ہی کھلائیگا بفضل حضرت باری
اسی دھوکے میں اگر ہم اپاہج ہو گئے بالکل	مقدر کا عقیدہ بنگیا گٹھیا کی بیماری

خدائیکہ دنداں دہد ناں دہد

اسی کی عبادت میں رہ صبح و شام	اُسی سے طلب کر ہمیشہ مدد
نہ رزاق جان اور کو یاد رکھ	خدائیکہ دنداں دہد ناں دہد

دُنیا عالم اسباب ہے

جو ہو مطلوب تجھے جمع کر اُس کے اسباب	کچھ بھی ہوتا نہیں اے راحت جاں آپسے آپ
ایک پتہ بھی کھڑکتا نہیں یہاں بے کھڑکائے	ایک تنکا بھی سرکتا نہیں یہاں آپسے آپ

استقلال و ثبات و عزم

پیش جب آئیں مقدر سے تکالیف شدید	ہو مقفل باب مقصد اور ناپید اکلید
مضطرب ہرگز نہو دانا کا پھر یہ کام ہے	دست زیر سنگ را آہستہ می باید کشید

عزم جزم

منزلِ مقصود کی دہن میں لگا رہ گرچہ ہو
اس گلستاں میں جسے کہتے ہیں دُنیا یادرکھ

راہ ناہموار است و تاریک و رہبر ناپدید
بہر یک گل زحمت صد خار می باید کشید

شکر

رکھا افلاس نے ایمان محتاجی نے دیں قایم
وگرنہ نفسِ امارہ ترے درپے تھا حق یہ ہے

یہ جس کا فضل ہے اے دل تو اسکا شکر کر جید
خدا شرے برانگیزد کہ در وے خیر ما باشد

ثابت قدمی

موقوف آج پر نہیں کچھ ماں کے پیٹ سے
گر عقل ہے سلیم تو بھکائیں لاکھ دوست

جو نیک ہے وہ نیک ہی جو بد ہے وہ ہے بد
ثابت قدم بگفتۂ کسے بدنمی شود

ندامت عصیاں

جتنی کہ سیہ روئی عصیاں سے ہوئی افزوں
اور کیونکہ ہوا ایسا مشہور مقولہ ہے

اُتنے ہی واں آنکھوں سے اشکوں کے بہے دریا
از ابر سیہ باشد افزونی باران ہا

دُعا و اجابت

جو لوگ ہیں خاصانِ خداوند قدیر
اِس طرح سے جاتی ہے اجابت کیطرف

ہوتی ہے قبول اُن کی دُعا بے تاخیر
جس طرح ہدف پر قدر انداز کا، تیر

اجتماع نقیضین

کہتے ہیں براتی کہ خدا مینھ کو تھامے
اور ایک ہے جا ایک ہی وقت ایک ہی تو م

اور کہتے ہیں دہقان کہ پانی برسا
فرمائیے مقبول ہو اب کس کی دُعا

ہر دُعا مقبول نہیں ہو سکتی

محکوم ہے کیا سب کا خدائے متعال — ہر عرض کو مانا کرے بے قیل و قال
حکمت کے مطابق ہے جو اُس نے سوچا — حکمت کے مطابق کا بدلنا ہے محال

ایاک نستعین

جو کچھ ہے وہ زباں پہ ہی لیکن قلوب ہیں — ایاک نعبد ہے نہ ایاک نستعین،
جھوٹے ہیں چونکہ دونوں دعاوی نہیں ہم سنجا — یوں اہدنا الصراط میں مقبولیت نہیں

نفس و شیطان

نفس و شیطاں سے چونکہ خائف ہوں — اس لئے تیرے در پہ رکھ کے جبیں
اس قدر التماس کرتا ہوں — تو مرا دل دہ و دلیری بیں

دُنیا بازیچہ اطفال ہے

گر خلق کے کہنے پہ خدا چلتا ہے — ایسا ہی تو کانوں کا بڑا کچا ہے
ان احمقوں کی رائے پہ جس کا ہے مدار — بازیچۂ اطفال ہے دُنیا کیا ہے

تحقیق

تحقیق ابتدا سے جہاں کو نہیں پسند — ہوتی ہے قدِ کفر کی صدا ہر طرف بلند
بچنا ہو ظالموں سے تو تو بھی انہیں کی طرح — دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند

نہیں لیتے

بے سوچے کوئی چیز خرد ور نہیں لیتے — جبتک نہ ہو سو چیزوں سے بہتر نہیں لیتے
ہانڈی کو بھی سب ٹھونک بجا لیتے ہیں اکثر — مذہب کو مگر ٹھونک بجا کر نہیں لیتے

تقلید شہری

اک شہر کی تقلید سے خالی ہو نہیں — ولدادہ ہر سحر مقالی ہوں میں

دعویٰ نہیں اوچھوں کی طرح مجکو سخا
ہاں ہم روش اکبر و حالی ہو نہیں

آزادی و پابندی

آزادوں سے پابند کریں کیا پیکار
ہے غیبت و دشنام فقط اُن کا شعار
دو باتوں میں کر دیں ابھی انکو ساکت
دو حملوں میں رکھدیں یہ ابھی سب ہتیار

توڑے دار

یہ لوگ محقق پہ کرینگے کیا وار
ہیں کہنہ و بوسیدہ سب انکے ہتیار
تلواریں ہیں قبضہ میں مگر زنگ آلود
بندوقیں ہیں کندھے پہ مگر توڑے دار

محقق مردود کہلاتا ہے

نہ رسمیات میں ترمیم ظالموں کو قبول
نہ دینیات میں تحقیق عالموں کو پسند
بالاتفاق اسے دُنیا بتاتی ہے مردود
ہوا عوام سے سطح خیال جسکا بلند

خار بماند و مار بماند

رہگیا مکر لٹ گیا اخلاص
گل تباراج رفت خار بماند
رہگئی رسم اٹھہ گیا اسلام،
گنج برداشتند و مار بماند

مادیت و روحانیت

گھٹی مادیت سے روحانیت
بڑھا جب سے سائنس کا امتیاز
لگی چلنے انکار دیں کی ہوا
بھڑکنے لگی آتش خشم و آز

دین و مذہب

کافر مطلق ہے وہ میرے عقیدے میں سخا
جو سمجھتا ہو کہ سچائی مذاہب میں نہیں
لیکن اتنا ہے کہ تیرہ سو برس کی مشق میں
جھوٹ کی نقاشیوں میں چھپ گئی سچ کی زمیں

نجات کے متناقض طریق

نجات کے متناقض طریق ناممکن
کبھی نہ مانے گا اس دعوے کو ریاضی داں
کہ لاشریک یہاں ہو تو واں اُسکا شریک
سوال ایک جواب اُسکے مختلف اور ٹھیک

قبروں میں ہیں دیندار

قبروں میں ہیں دیندار کتابوں میں ہے دین
صرف اب تو یہ ہے ناری و ناجی کی شناخت
اسلام حقیقی نہیں دُنیا میں کہیں،
رسموں کا بھی پابند تھا پورا کہ نہیں

توحید و رسالت و قیامت

ہر چیز کو اصل دیں بنا کر
مومن ہے جو آج مانتا ہو
تقسیم کریں نہ اپنی قوت
توحید و رسالت و قیامت

مذہب کا رد

میرے نزدیک اُس کے حملوں سے بہت کم ہے ضرر
جو کہ علمی قاعدہ سے کرتا ہو مذہب کو رد
لیکن اُس احمق کے ہاتھوں سے زیادہ ہے ضرر
جو کہ بے ڈھنگے پنے سے کرتا ہے دیں کی مدد

اعتراضات کی بوچھاڑ

مذہبی حاشیوں پر قلعۂ سائنس سے جب
بڑھ کے کرتا ہے کبھی جوش سے مذہب حملہ
اعتراضات کی ہوتی ہے پیاپے بوچھاڑ
ہٹ کے لیتا ہے کبھی خوف سے تا دیں کی آڑ

مذہب حق کی پہچان میں

مذہب حق کی یہ پہچان ہے کہ آتے ہی
دلِ دانا میں جلاتا ہے چراغ دانش

اور باطل کی یہ پہچان ہے کہ آتے ہی   جس طرح سے ہو بجھاتا ہے چراغ دانش

توہم و تحکم

ایک مذہب میں تحکم ہی تحکم ہے فقط   ایک مذہب میں توہم ہی توہم ہے فقط،
جاننے والے سمجھتے ہیں جدھر جتنا ہو حق   لیکن ان دونوں کی قسمت میں تصادم ہے فقط

توہم و تحکم

آہ کیا مسخ ہو گیا اسلام   دیکھ کر عقل ہی مری گم ہے
یا خدا ان کو راہ راست دکھا   یہاں توہم ہے وہاں تحکم ہے

الدین یسرٌ تھا

کفر میں دشواریاں تھیں اسلئے اسلام نے   دی صدا الدین یسر کی ہجوم عام میں
لیکن اُسکے برخلاف اب ہیں ہمارے دور میں   کفر میں آسانیاں دشواریاں اسلام میں

تریاق اچھا ہو

عقیدہ کچھ بھی ہو وہ جانے اور اس کا خدا جانے   مگر حسن تمدن کے لئے اخلاق اچھا ہو
بتائی ہو کسی مشاق نے تدبیر عمدہ ہو   بنایا ہو کسی عطار نے تریاق اچھا ہو

ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ

واقعی بات تو کہ انکار پہ ہو جس کی بنا   دین بھی ہو تو اُسے کفر سے بدتر سمجھو
اور جہاں قول خدا فعل خدا یکساں ہو   ایسی تعلیم کو فرمودۂ داور سمجھو

اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ

کہا دہریے ہوگا اب سب کا دین   حقوق عباد اور حقوق الٰہ
کہا میں نے اسلام کی پھر ہے جیت   اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ

نوٹ متعلق صفحہ ۳۹ ؎ قاآنی کہتا ہے ؎

دو چشم باز و دو گوش فراز مانده براه | کہ کے بشارت فتح اید از معسکر شاہ

شکوہ شاہ ہمیں بس کہ از مہابت او | ز سومنات بعیوق رفت بانگ صلواہ

سعدی شیرازی۔ آدمی را زبان فضیحہ کند۔ جوز بے مغز را سبکساری۔ مولانا جامی رحمہ

از خون دل نوشتم نزدیک دوست نامہ | انی رایت دہراً من ہجرک القیامہ

مومن و مسلم

پہلے کلمہ گو مسلماں تھا بلا شرط مزید | پھر سنن کی اضافہ ہو گئی قید شدید
اب سُنا ہے سب سے پہلے قبر میں ہو گا سوال | بول کسکا تھا مقلد اور کس کا تھا مرید

تجارت و حساب

سمجھا سنتے آئے ہیں پشتوں سے ہم | کہ مومن کرے مال سے اجتناب
اسی واسطے غالباً سب کے سب | نہ کرتے تجارت نہ پڑھتے حساب

بر سر فرزند آدم

ہم مسلمانوں کی بے پروائی اللہ الصمد | شاید اس حالت سے بھی آگے ہو کچھ ذلت کی حد
جب کہو تدبیر کرنے کو تو یوں ہنسکر کہیں | بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگذرد

ارشاد و مرشد

حقیقت میں اُسے کہتے ہیں درویش | کمال شرع جسمیں جلوہ گر ہو
گر اُسکے پاس جاکر آپ بیٹھیں | تو فوراً دل پہ حقانی اثر ہو

من دون اللہ اربابا

پیر و مرشد شیخ و واعظ | کہتے ہیں یوں اکثر بابا

ہم کو جانو ہم کو مانو — ہم ہیں دُون اللہ ارباباً

بہر دستے نباید داد دست

ان کے حال و قال پر ہرگز نجا — کم خدا جو ہیں سوا دُنیا پرست
راہ زن موجود رہبر ناپدید — پس بہر دستے نباید داد دست

نیم ملا اور نیم حکیم

علما ہیں تو ادھورے جو مشائخ ہیں تو خام — نیم ملا ہیں ادھر بیہودہ اودھر نیم حکیم
اور ہم ان میں گرفتار مگر کیا کیجیے — چارہ نیست دریں واقعہ الا تسلیم

نکو نامے چند

پہلے کے مشائخ کے مراتب تھے بلند — تھے ظاہر و باطن سے وہ سب بہرہ مند
اور اب کے مشائخ کی نہ پوچھو پستی — بدنام کنندہ نکو نامے چند

تصور شیخ

جو ہیں مست شراب فسق و فجور — ہو نہیں سکتے وہ قدح خور شیخ
جن کو دن رات ہے تصور شاب — اُن کو دشوار ہے تصور شیخ

دُنیا طلب فقیر

اگر امیر ہے دُنیا طلب تو روشن ہے — چمک دمک سے ہے رہنا اُسے زمانہ میں
اگر فقیر ہے دُنیا طلب تو روشن ہے — چراغ وادی ایمن شراب خانہ میں

ایک اصطلاحی قاعدہ ہے

فقیروں کے بہت فرقے ہیں اعلیٰ بھی ہیں ادنیٰ بھی
جو ادنیٰ ہیں شریعت کی بنا پر اُن میں خامی ہے

کروایراد تو کہتے ہیں بیباکی سے قراں کی
حقیقت کچھ نہیں اک قاعدہ صرف انتظامی ہے

اصلیت اور تصنع

جبہ و دستار بے علم و عمل بیکار ہیں
دام میں تیرے نہ آئینگے کبھی دانش پرست
اصلیت کچھ اور شے ہے اور تصنع اور چیز
فربہی چیز دگر آماس چیز دیگر است

علما کی ملاقات

جہاں دو ملے عالمانِ غیور
کرینگے سوالات باہم ضرور
پھر اس نامناسب تعارف کے بعد
یہ اُس سے گریزاں وہ اوس سے نفور

علما اور ریلوں کا ٹکرانا

چار عالم جس جگہ بیٹھیں کھڑے ہوں سو فساد
جب یہ صاحب جاگتے ہوں فتنہ سو سکتا نہیں
دل سے استفسار پر پایا یہ سنجیدہ جواب
ریلیں اور عالم نہ ٹکرائیں یہ ہو سکتا نہیں

علما کے ہتھکنڈے

علما کی دورخی کارگزاری ہے عجیب
کبھی ہر بات غلط ہے کبھی ہر بات صحیح
اپنی تردید میں مشہور روایات غلط
اپنی تائید میں موضوع خرافات صحیح

تکرار

ہوئی دو عالموں میں کل جو تکرار
تو پھر تکفیر کے چلنے لگے وار
مجھے یاد آگیا سعدی کا ارشاد
دو عاقل را نباشد کین و پیکار

تکفیر کا زور

کافروں کے کوچہ میں گذرے گر ایصبا
کہنا مری طرف سے بہت ہاتھ جوڑ کر

مسجد اگر نئی نہ بنا ہو سکے تو خیر　　مندر بنائیے نہ مساجد کو توڑ کر

اے شیخ بیکار مباش

مشکل ہیں مساجد تو منادر ہی بنا　　بگڑا ہوا باطن ہے تو ظاہر ہی بنا
بیکار مباش کچھ کیا کر اے شیخ　　مومن نہ بنا سکے تو کافر ہی بنا

پادری اور مولوی

دو خطرے ہیں مومن کو یہاں پیش نظر　　اور دونوں اسے کرتے ہیں دیں سے باہر
اک سمت ہر اک پادری زر افشاں ہے　　اک سمت ہر اک مولوی ہے کافر گر

تکفیر کی حد

مخصوص ہے ان لوگوں سے تکفیر کی حد　　کہہ دیتے ہیں بیساختہ ہر نیک کو بد
ایسا نہو کوئی انہیں کہہ دے جلکر　　کافر ہمہ را بہ کیش خود می داند

کافر گر

ہم جمع کریں کفر کے فتووں کو اگر　　مومن نہ رہے ایک بھی اُس سے باہر
اور اُس کا ثواب کس کو اُن علما کو　　مشہور زمانہ ہیں جو کافر گر

کفر و زنا

جن وجوہات سے ہو جاتا ہے مومن کافر　　اور جن اسباب پہ پڑ جاتی ہے بی بی پہ طلاق
فقہا کے وہ سب اقوال اگر جمع کریں　　تو بھر جائیگا کفر و زنا سے آفاق

بس چپ رہنا

درگزر از ادب سے ہیں کہاں تک سہنا　　لاحول ولا خلق کو کافر کہنا
مومن ہوں تو بھائی ہو جو چاہے کہہ لو　　مومن نہ سمجھتے ہو تو بس چپ رہنا

کوٹ بوٹ

یہ وہ ہیں کہ اس کو بھی کافر بتائیں
کہیں سُوٹ کو کفر اور یہ دلیل

جو بھولے سے میوہ کو کہدی فُروٹ
صحابہ نے پہنا نہیں کوٹ بوٹ

فتووں کا زور

عالموں کے دَور میں فتوؤں کا اتنا زور تھا
اور یہ کہتک یہ جبتک تا نمازِ جمعہ میں

جس کو کافر کہدیا کم بخت کی سب کام بند
ہار کر توبہ نہ کرلے وہ یہ آوازِ بلند،

کفر متعدی مرض تھا

متعدی مرض کفر تھا اتنا پہلے
علما کی جو غلط رائے نہ مانے بے دین

کہ عقیدہ یہی رکھتے تھے سب اہلِ ظاہر
اور جسے کفر میں شک اسکے ہو وہ بھی کافر

وعظ و واعظ

واعظ سے میں نے عرض کیا اسکا کیا سبب
اُس نے کہا سُنا تجھے یہ بھی نہیں خبر

کرنے کے کام اور سکھانیکے اور ہیں
کھانیکے دانت اور دکھانیکے اور ہیں

خوش بیانی کا زور

واعظوں کی خوش بیانی کے سبب
حاشئے اتنے چڑھائے متن پر

جھوٹ سچ کا فصل تک جاتا رہا
اعتبارِ اصل تک جاتا رہا

وارد و قابل

ہوں نصیحت کے لئے وارد و قابل اچھے
ورنہ بے سود ہے برساؤ اگر آبِ حیات

تا کہ تاثیر و تاثر کے رواں ہوں دریا
سبزہ برنگ نزدید چہ گنہ باراں را

بہیں تفاوت رہ

میں اُن سے کہتا ہوں فرمایئے کلامِ خدا
وہ مجھ سے کہتے ہیں سُنئیے مواعظِ علما

میں دل سے طالبِ خالق وہ بندۂ مخلوق
ببیں تفاوتِ از کجاست تا بہ کجا

جھوٹے افسانے

جھوٹے افسانوں میں آتا ہی مزا مخلوق کو
اسلئے جو کچھ مناسب ہو وہ فرمایا کریں

ہم کو آیت سے محبت نہ روایت پر فدا
مغز کے طالب ہیں ہم چھلکو نکو لیکر کیا کریں

خود بنجا نیک

میری دانست میں شاید ہی اثر ہو گرچہ
روز سُنتا رہے فرزند نصیحت نامہ

نیک اولاد ہے مطلوب تو بنخود بنجا نیک
باپ کے فعل میں بیٹے کو وصیت نامہ

قوم کا مال اُڑاتے ہیں

ترکیب سے جو مال اُڑاتے ہیں قوم کا
واعظ نہیں عدو ہیں یہ دینِ متین کے

واعظ کی کیا مجال جو بے لاگ کہہ سکے
زیرِ اثر رہے جو سُنا سامعین کے

یہدی من یشاء

سُنانے آئے ہو رندوں کو کیا اے حضرتِ واعظ
سلامت لیکے اپنا جبہ و دستار جاؤ بھی

جہاں ہیں اور سب آیات وہاں قرآن ناطق ہیں
یضل من یشاء بھی ہے یہدی من یشاء بھی

کیا بات اس تحقیق کی

شیخ نے کل وعظ میں جب کی عرق ریزی بہت
میں نے اخلاقاً کہا کیا بات اس تحقیق کی

اِس پر اک آزاد ہنس کر چل دیا کہتا ہوا
نا سمجھ نے بات کی بے عقل نے تصدیق کی

بیجوڑ

خدا رازق ہے

ناعاقبت اندیشی کی جن کو دق ہے
جو آج ملے تجھ کو وہ کھالے بندے
اس وعظ کی تجبیر انہیں لاحق ہے
اور کل کی نہ کر فکر خدا رازق ہے

سب سے یہاں تو اشرف ہے

سب سے یہاں اشرف و اعلیٰ ہی تو ہے
بیٹھ کے مردانِ خدا کی طرح
اپنے ہی ہاتھوں کی ہے یہ ناکسی
جھد نما تا کہ بجائے رسّی

ولے بخیر گذشت

نرائے وار اگر خار ہی پہ ٹل جائے
اور اس کا شکوہ نہ کر شکر کر کہ گردوں سے
تو ایسے کانٹوں پہ چلنے کو تو سمجھ گل گشت
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت

روز بجائے نہ رسی

بگذشت جوانی تو در بوالہوسی
اے قافلہ سالار فہمیاں بشنو
ہیدار شدی بوقت پیری چہ کسی
تا شب نہ روی روز بجائے نرسی

چرا کارے کند عاقل

سن اے دنیائے دوں کی شیفتہ بہ قول خاقانی
کہ سلطانی است درویشی و درویشی است سلطانی
اگر احمق ہے تو جو چاہے کر مختار ہے ورنہ
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

دین میں ایجادیں

کہا واعظ سے میں نے ڈرتے ڈرتے — کہ منبر پر یہ حضرت نے کہا کیا
تو فرمایا کہ تم خود جانتے ہو — کہ ایجادیں نئی ہیں دین میں کیا کیا

اندھی تقلید

اندھی تقلید کا جو شخص ذرا منکر ہو — ان کے نزدیک وہ مومن نہیں مغفور نہیں
اور میری یہ حقیقت ہی تھا سب منظور — قوتِ فیصلہ کھونا مجھے منظور نہیں

پرکھتے نہیں

یہیں کی فکر ہے ہر دم نہیں وہاں کا خیال — خدا زبانوں پہ ہے دل میں خوف رکھتے نہیں
ملے تو کیسے ملے راہِ حق کہ اکثر لوگ — ملے جو ورثہ میں مذہب اُسی پرکھتے نہیں

باہم پیشہ

تعجب تھا نہ رکھتے گر جانیں — دوامی کشمکش شیخ و برہمن
لکھا ہے سب کی پیشانی پہ گویا — بود ہم پیشہ باہم پیشہ دشمن

ہر کفر کہ دیرینہ شد مسلمانی شد

مجھے آتا ہے رونا اہل عالم کی مصیبت پر — کہ نادانی یہاں دانائی ہے دانائی نادانی
یہاں تک بے سبب مرعوب ہیں لفظِ قدامت سے — پرانے کفر کو بھی لوگ کہتے ہیں مسلمانی

تکفیر ابھی جاری ہے

مشرکانہ سہی پوشاک مگر اسکا جواب — دھوتی پگڑی تو کئی پشت کی ہماری ہے
اور یورپ کا تمدن ہے نیا اسکی سبب — کوٹ پتلون پہ تکفیر ابھی جاری ہے

جہاں پہلے قدم دھرتا ہے

دنیا میں جہاں پہلے قدم دھرتا ہے
جو سنتا ہے وہ سن کے اُڑا دیتا ہے
تقلید پر اس گھر کی بشر مرتا ہے
جو دیکھتا ہے اسی پہ عمل کرتا ہے

مذہب بھی رسم ہے

کس درجہ تعصب کی گھٹا چھائی ہے
کہتے ہیں کہ یہ بھی ہے بزرگوں کی رسم
تحقیق کی دنیا نے قسم کھائی ہے
مانو وہی جو مذہب آبائی ہے

تبلیغ کی حاجت کیا ہے

آبا کا عقیدہ ہے اگر سچا ہے
کافر سے نہ فرمائیے مومن ہو جا
تبلیغ کی پھر آپ کو حاجت کیا ہے
یہ پختہ سند وہ بھی یونہی رکھتا ہے

یورپ و ایشیا

صنعت و حرفت میں یورپ بڑھ گیا اور ایشیا
رہ گیا وحشی کا وحشی برکتِ تقلید سے
یہاں ترقی ہے رہیں گی وہ ہی قومیں سرفراز
جو تمدن میں بری ہوں شامتِ تقلید سے

یورپ و امریکہ و جاپان

یورپ امریکہ و جاپان یوں ہیں سرفراز
وہ سرافرازی طلب ہیں عزتِ ایجاد سے
غسلِ صحت کر چکے ہیں علتِ تقلید سے
ہم سرافگندہ پڑے ہیں ذلتِ تقلید سے

تعصب

سارے فرقوں میں برابر اک طرح
کل محالات اپنے دیں میں ممکنات
کیا تماشا ہے یہ ربِّ ذوالجلال
اور کے مذہب میں ہر ممکن محال

لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ

یہ کیا کہ اپنے دین میں جیسی ہیں مرویات — وہ اور دین میں ہوں تو محتاج غور ہیں
یہ اسلئے کہ مذہبی دُنیا میں سبکے پاس — لینے کے باٹ اور ہیں دینے کے اور ہیں

لعنت اللہ و رحمت اللہ

اہل علم اپنے ہم زمانہ کو — لعنت اللہ علیہ کہتے ہیں
بعد والے اُنہیں بزرگوں کو — رحمت اللہ علیہ کہتے ہیں

دین کی لوٹیا ڈبوئے جائینگے

ایک ایم اے نے کہا ہم صابن توحید سے — جرمن و انگلینڈ داغ کفر دھوئے جائینگے
شیخ نے لاحول قرات سے پڑھی اور یوں کہا — جائینگے تو دین کی لوٹیا ڈبوئے جائینگے

کوٹ بوٹ

کہا ایک عالم سے گر حکم ہو — تو بندہ بھی پہنا کرے کوٹ بوٹ
کہا پہلے ثابت سیر سے کرو — قرون ثلثہ میں رائج تھا سوٹ

مذہب باقی و تعصب باقی

دل باقی ہے گر سوز نہاں باقی ہے — دم باقی ہے گر آہ و فغاں باقی ہے
بیشک ہے ابھی آتش مذہب روشن — یعنی کہ تعصب کا دھواں باقی ہے

سمجھتا ہوں سنخا

تابانی ہے جبتک کہ ہیں کوکب باقی — اور چاندنی جبتک مہ نخشب باقی
پاتا ہوں تعصب تو سمجھتا ہوں سنخا — صد شکر ابھی دُنیا میں ہیں مذہب باقی

تعصب نہ گیا

قوموں کا صد افسوس تجنب نگیا
سائینس سے بھی خلق کا تطرب نہ گیا
جو دینی حمایت تھی بنی حب وطن
مذہب گئے دُنیا سے تعصب نہ گیا

تعلیم

تعلیم سے کل میں نے کہا یا ہادی
گستاخیوں کے ہو گئے لڑکے عادی
اُسنے کہا کیا میں نے سکھایا تھا انہیں
ہم معنی ہیں بیہودگی و آزادی

انگریزی پڑھو

کہتا ہے ببانگِ بلند زماں
اور آگے بڑھو اور آگے بڑھو
جو چاہے کرو دُنیا میں مگر
انگریزی پڑھو، انگریزی پڑھو

مرد و ہشت

چھوڑ سکتا ہے کیا وہ اپنے بعد
جس نے اوّل ہی مرد و ہشت پڑھا
کیوں نہ پھکڑ ہو جس نے بچپن میں
نیک بخت انکہ خورد و کشت" پڑھا

انگریزی میں کفر کا ڈر رہا

انگریزی پڑھانے میں رہا کفر کا ڈر
پیشوں میں تجارت میں شرافت کا ضرر
اس غفلت و نخوت کا ہوا یہ انجام
روٹی ہے نہ کپڑا ہے نہ بستر ہے نہ گھر

آنا بانا تانا بانا

اک پڑھ جائیگا دس سال تک انگلش اور حساب
اک رٹے جائے گا دس سال تک آنا با نا
وہ چلائے گا کہیں پارچہ بافی کی مل
یہ جمائیں گے کسی کرگھے پہ تانا، بانا

سودا

سائینس نے گو سر پہ فلک تک نہ رکھا — لیکن نہ گیا اہل زمیں کا سودا
کہتے ہیں کہ ہے گاؤ زمیں پر عالم — کہتے ہیں کہ ہے سانپ کی پھن پر دُنیا

روحانیت مغلوب ہے

تحت ارض و فوق گردوں سب نظر آنے لگا — اے نئی تعلیم تجھ میں روشنی تو خوب ہے
ساتھ ہی اسکے مگر یہ اک بڑا اندھیر ہے — مادیت غالب و روحانیت مغلوب ہے

عقلی و نقلی تعلیم

اٹھتا ہے شریعت سے فرشتوں کا خمیر — اور فلسفہ سے ہوتے ہیں تیار شریر
ہو دینی و دنیوی برابر تعلیم — اے دور جدید جب ہو انساں اکسیر

جسمی و عقلی و اخلاقی تعلیم

مذہب کو نہیں مانتے اک سمت حکیم — اور ایک طرف فلسفہ ہے فعل ذمیم
اور کہتی ہے فطرت کہ ہر اک انساں کو — ہو جسمی و اخلاقی و عقلی تعلیم

تعلیم نسواں

نہ ہو خواندہ بی بی تو کسطرح جانے — کہ کیا جانور فرض ہے کیا بلا حق
اور ایسی سے کیونکر میاں کا ہو دل خوش — یہ حیوان ناطق وہ حیوان مطلق

پڑھا ہیں یا نہ پڑھا ہیں

ہوئی ہیں مشرق و مغرب میں مفسدے پیدا — ہمیشہ در گہ نسواں کے آستانے سے
تو اس سبب سے ہیں یہ دونوں ملک شرمندہ — یہاں نہ پڑھنے سے انکے وہاں پڑھانے سے

عجیب بھی ہیں غریب بھی ہیں

بیٹے کے سر مُنڈا ئیں بالکل ہے دل فراغ
اور بیٹی کے پڑھا ئیں بالکل ہے ہاتھ تنگ
دعوت میں دوست بھی ہوں عزیز و قریب بھی
ایسے عجیب بھی ہیں اور ایسے غریب بھی

مگر دین کھویا

زہراب پیا شربت نوشین کھویا
سائینس کی پائی جو ادھوری تعلیم
تہذیب نہیں سرمایۂ تسکیں کھویا
دنیا تو نہ ہاتھ آئی مگر دیں کھویا

ہر موج سے ٹکراتا ہے

دریائے زمانہ جب کہ لہراتا ہے
کردیتا ہے پاش پاش اُلٹا چلنا
ہر شخص اسی سمت چلا جاتا ہے
کیونکر کہ وہ ہر موج سے ٹکراتا ہے

علمی عزت و صحت

علمی عزت و صحت

بے علم و ہنر کے لئے اعزاز ضرور
لیکن نہ ہو اس علم و ہنر کے ہمراہ
دولت بھی ہے گر بخشے خداوند غفور
بیماری و بدکاری و سستی و غرور

پوری عزت

دنیا میں ہے ہر سے ضروری عزت
اور ایسی ہی دولت ہے فقط نصف اعزاز
لیکن ہے فقط علم ادھوری عزت
جب دونوں خدا دے تو ہو پوری عزت

دولت و صحت و عزت

کیا بتائی ہے مجھے مرشد نے بات
گر نہ ہو صحت تو دولت ہی فضول
جسکے آگے ہر نصیحت ہو عبث
گر نہ ہو عزت تو صحت ہے عبث

خلوص و ریا

خلوص و ریا

جو کام کرنا ہو تم کو کرو خدا کے لئے
کہ جسمیں نفس نہ ہو حصہ دار و کار گزار

تو اس سے دونوں جہانیں بھلا ہو سوچو تو
چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

مولا خوش رہے

گر تو عارف ہے تو نہ کر پروا
خوش رہے تجھ سے کوئی یا ناخوش
ہر قدم بلکہ اسکا دھیان رہے
کہ رہے تجھ سے تیرا مولا خوش

زاہد کا خیال اور ہے

زاہد کا خیال اور ہے عاشق کا خیال اور
ہوتا ہے بیاباں کہیں باغوں کے برابر
اس کا دلِ پژمردہ تو کیا ہے ید بیضا
ہوگا نہ مرے سینہ کے داغوں کے برابر

کوئی جرم کبیرہ

سنتے ہیں عقیدت سے سمیعاً و بصیرا
اور پڑھتے ہیں قرات سے علیما و خبیرا
ظاہر تو یہ ہے اور اگر دیکھئے باطن
باقی نہیں حضرت سے کوئی جرم کبیرا

خلوص ہے شرط قبولیت

اعمال میں خلوص ہے شرط قبولیت
اے دوزخی فضول ہے یہ زہد باریا
دنیا رہی نہ دین تیری ہے وہی مثل
کودا اگر کڑاہی سے بھٹی میں جا پڑا

ہائے چراغ تاریک

گفتم الشیخ وائے بر حالت
گفت منہاج شرع باریک است
گفتمش شمع بزمی وایں ظلم
گفت ہائے چراغ تاریک است

کہیں گے یوں کرام کاتبین

نامہ اعمال میں لکھا نہ جائے گا ثواب
گر ریا اعمال میں شامل ہے اے دنیا پرست
اور پوچھا تو کہیں گے یوں کرام کاتبین
سطرہا کے راست آید چوں کجی در مسطر است

نفس امارہ کو مار

گر خدا کا عشق ہو تو شرع کا پابند ہو
سانپ کی مانند اپنے نفس امارہ کو مار

گر روپے کا عشق ہو تو پھر کہیں سے کر وصول
ایک تہمت ایک کرتہ اک گلیم اک پشت خار

مولوی بننا اور درویش بننا

مولوی بننا اگر منظور ہو
صرف کر تحصیل میں بارہ برس

اور اگر درویش بننا ہو تجھے
صندلی جوڑا بنا لے اور بس

نصیحت کون سنتا ہے

کم ہونگے نصیحت پہ جو کرتے ہوں خیال
دُنیا پہ موثر ہے حقیقت میں حال

گمراہوں کو تیراتے ہیں وہ ہی عُلما
اخلاص میں سب ڈوبے ہوں جنکے افعال

تحمل و برداشت

لیجاؤنگا میں قبر میں زخمی دل و جگر
زیرا کہ ہر زخم زباں التیام نیست

پھر اسپہ بھی یہ سوچکے کرتا ہوں درگزر
در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

درگزر کی حد

اگر تو پوچھتا ہے مجھ سے درگزر کی حد
تو اُس کو نیک کہا کر ہمیشہ جو ہے بد

نتیجہ یہ ہو کہ تو حملہ آور سے بچے
سگِ گزندہ ہماں بہ کہ آشنا باشد

دس بار میں نو بار غلط

سنجل ہے دل آرام ہر طور و طرح
اور غضبناک دل انداز ہر طرز و نمط

غصہ بیجا د تو دس بار میں نو بار صحیح
غصہ کر بیٹھو تو دس بار میں نو بار غلط

شیخ سعدی کا مقولہ

خلعتِ انسانیت کا شکر کر | جامہ سے ہر وقت باہر مت نکل
شیخ سعدی کا مقولہ یاد رکھ | صبر کڑوا ہے مگر میٹھا ہے پھل

حلیم آدمی نبی ہو جائے

اگر ہر ایک کو عادت سمائی کی ہو جائے | تو حسنِ خلق زمانہ میں دل لگی ہو جائے
یہ وہ صفت ہے کہ فرماتے ہیں رسول کریم | قریب ہے کہ حلیم آدمی نبی ہو جائے

تسلیم و رضا

دے خدا توفیق تسلیم و رضا | اور اس کی خوبی اللہ الصمد
جور گردوں کی شکایت کیا کریں | آں بلا نبود کہ از بالا بود

ہر حال میں خوش

یکساں ہے مری آنکھ میں ہر پست و بلند | عشرت میں شگفتہ ہوں نہ عسرت میں نژند
کہتا ہے مجھے قلب مبارک باشد | خوش حال کسانیکہ بہر حال خوشند

تو بازمانہ بساز

کسی کی ملک حقیقی نہیں ہے نعمت و ناز | طریق عمر روا نہیں بھی ہے نشیب و فراز
بنا ہوا ہے اگر وقت شکر در بند | زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

شاد باید زیستن

مرحبا کہہ مرحبا جب ہو بلاؤں کا نزول | چوکنے ہو جاتے ہیں گھبرا کے سب رنج و محن
فکر سے کیا فائدہ جب ہو چکا یہ فیصلہ | شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن

عاقبت اندیشی

آج کے بعد جو کل آئے گی | ساتھ لائیگی خود اپنے افکار

اسلئے تو ہے اگر دور اندیش	کار امروز بفردا مگزار

غم فردا

عیال اطفال بھی ہیں گر ترے ساتھ اور ان کا گر نہیں جھگڑا تو پھر کیا	توکل کی فکر کر اے دانش آموز غم فردا نباید خورد امروز

احتیاط

جس فعل سے منسوب نہ ہونا ہو بشر کو تقریب و تشابہ سے بھی بچنا ہے بلکہ	دانا ہو تو اُس فعل سے کوسوں ہو مفرور بے عقل ہے دُنیا کبھی اس پر نہ ہو مغرور

خوش مزاجی

سنتے ہو اے شریفو شرافت کو کیا ہوا انسانیت نہ چھوڑو اگر تم غریب ہو	کیا اُٹھ گئی جہاں سے لیاقت کو کیا ہوا دولت نہیں تو خلق و مروت کو کیا ہوا

اوروں کی دولت کا شریک

سچ کہا جس نے کہا واللہ بالکل سچ کہا لیکن اس تسلیم پر بھی یہ مقولہ یاد رکھ	ہو نہیں سکتا کسی کی کوئی قسمت کا شریک خوش مزاج انسان ہے اوروں کی دولت کا شریک

اخلاق سے تعلق ہے

کفر وایماں کو تو خدا جانے بد مزاجوں سے بھاگتا ہے دل	ہمکو اخلاق سے تعلق ہے خوش مزاجوں پہ جاں تصدق ہے

آزادی نسواں

آزادی نسواں کے نہ پوچھو خطرات اس گلشن دُنیا میں بھی اے آدم زاد	گر پھول شگفتہ ہوں تو گلچیں تو بہت حوا کی ضرورت ہے شیاطین تو بہت

غیر کی اولاد

شریف عورتوں کو کیوں ہو اتنی آزادی
کہ جس سے چاہے کریں شاد خاطر ناشاد

اور اسکا یہ ہو نتیجہ کنار شفقت میں
کہلائے شوہر بد بخت غیر کی اولاد

نسب تو ہیں درست

یہ امر مسلم کہ یہاں والیان سست
اوروں کی طرح تیز نہ ذی علم نہ چست

بھولی سہی عورات ہماری لیکن
نسلیں تو ہیں محفوظ نسب تو ہیں درست

رنڈی بازی کی جچاتے ہیں

اُن کے دھوکے میں نہ آنا جو یہ فرماتے ہیں
قید تنہائی سے دُنیا میں ہے بدتر پردہ

کہاکے آزادی نسواں کی ہوا ہند میں بھی
رنڈی بازی کی جچاتے ہیں یہ سب در پردہ

از پردہ چہ آرد بیروں

آزادی نسواں بار و پا اکنوں
افسوس رسیدہ است بسر حد جنوں

بینیم کہ در ہند پے مستورات
تا خود فلک از پردہ چہ آرد بیروں

جوان مرد و عورت

اک جوان مرد اک جوان عورت
رہیں جیسے کہ بہن بھائی جھوٹ

دونوں کی خاک مل کر ہو برباد
آب و آتش کی آشنائی جھوٹ

تنزیب کی ساڑھی باندھے

گھاٹو نپہ ڈٹے رہتے ہیں اکثر بیکار
مونچھو نکو چڑھائے ہوئے ڈاڑھی باندھے

لیکن نہ وہاں ہوگی کوئی پردہ نشیں
بھیگی ہوئی تنزیب کی ساڑھی باندھے

اتفاق

اے فریقین بھلا چاہو تو میری مانو
جو نقیضین ہیں گزشتہ کی اُنھیں جانے دو
مختلف گر ہیں عقاید تو تمدن ہے ایک
دین و دنیا کو خبردار نہ ٹکرانے دو

مذہبوں کا ماحصل

مذہبوں کا ہے ماحصل اِتنا
کہ جہاں تک ہو تم سے نیک بنو
ظاہری باطنی ترقی کو
مِلکے شیر و شکر ہو ایک بنو

مگر کیا فائدہ

خلق گر اچھا ہے تو وہ بہترین انسان ہے
کفر و ایماں سے کسی کے کیا ضرر کیا فائدہ
سب سے مِل جُل کر بسر کر حاصل دیں ہے یہی
مذہبی تحقیق اچھی ہے مگر کیا فائدہ

اوچھوں کی عادت

تمام اوچھوں کی یہ ہی خاصیت ہے
کہ دیتے ہیں جیسے چپ کے سے گھر میں
جہانتک ہو سکے پھر جلد سے جلد
ڈھنڈورا پیٹتے ہیں شہر بھر میں

آغاز ہی میں سوچ لے

آغاز ہی میں سوچ لے انجام کو بشر
وہ چیز ہی نہ دے جو ذرا دل پہ بار ہو
اور دے چکے خوشی سے تو پھر کرکے مشتہر
کیوں اوچھپن کے ہاتھ سے خود بیوقار ہو

بخیلوں سے خدا بچائے

خدا بچائے بخیلوں کے سایہ سے ہم کو
کہ بی بی ہو منھ بسورین تو بچے منھ کو تکیں
عجب سرشت ہے واللہ ان لیموں کی
نہ کھائیں خود نہ کھلائیں نہ کھاتے دیکھ سکیں

چہ سنگ و چہ زر

خدا سے بھی پیارا ہے گر سیم و زر ۔ سخاوت نہ کر معتدل خرچ کر
وگر نہ سُن اے بخل کے دیوتا ۔ برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر

اے منعم بدمست

جو مانگنے آتے ہیں شریفان تہیدست ۔ کیوں اُن کو جھڑکتا ہے نوای منعمِ بدمست
شہرت کا سبب ہوتی ہیں تیری یہ صدائیں ۔ آوازِ گدا رونق بازار کریم است

آپس میں لڑانا

دو کو آپس میں نہ لڑوا ظالم ۔ آگ بھڑکانے میں کیا پائیگا
وہ تو ممکن ہے جلیں یا نجلیں ۔ تو مگر بیچ میں جل جائے گا

--- ✲ ---

دوستوں میں آگ بھڑکانا عجیب ۔ آدمی آتش کا پرکالا نہ ہو
وہ تو جو کچھ ہوں مگر ممکن نہیں ۔ کہ دہوئیں سے تیرا منہ کالا نہو

جلتے بھی ہیں جلاتے بھی

کیا وتیرہ ہے بے حیاؤں کا ۔ خوب روتے بھی ہیں رُلاتے بھی
آتشِ جنگ خوب بھڑکا کر ۔ آپ جلتے بھی ہیں جلاتے بھی

غضبناکی

غصہ تو سب میں ہے کرم ذوالجلال سے ۔ دے سکتے ہیں ملال کا بدلہ ملال سے
بے اعتدالیوں کے مقابل مگر عقیل ، ۔ برداشت آج کرتے ہیں کل کے خیال سے

بے یار و یاور ہوگئے

تم بہی کس درجہ ہو مغلوب الغضب / کیوں کسیکے بے سبب سرہو گئے
یہ وہ عادت ہے کہ جس سے سیکڑوں / بیکس و بے یار و یاور ہو گئے

گرم مزاج و نرم مزاج

اُتنا ہی اُس کے حصہ میں جلنا ہے عمر بہر / جتنا خدا کسی کو سوا گرم دے مزاج
دُنیا کو اُس سے لینا ہے دُنیا سے اُسکو چین / جس آدمی کو فضلِ خدا نرم دے مزاج

آتش خاں اور شعلہ خانم

آتشِ غیظ سے کردے جو زمانہ برہم / شعلۂ قہر سے جو چاہے جلانا عالم
وہ اگر مرد ہے تو نام رکہو آتش خاں / اور اگر زن ہے خطاب اُسکو دو شعلہ خانم

جیسی کرنی ویسی بھرنی

یہ قاعدہ اوّل سے چلا آتا ہے / جو دیتا ہے بدلہ میں وُہی پاتا ہے
کیا ظلم ہے ہر شخص سنا اوروں کو / کہتا ہے مگر سُننے سے گہبراتا ہے

دل آزاری نہ کر

یا جہاں کی آنکہہ کو تو ابر آزاری نہ کر / یا جہاں کے ہاتہہ سی پہر گریہ و زاری نہ کر
ظلم کرکے رنج سہنے سے سنا کیا فائدہ / جو تجہے کرنا ہے کر ظالم دل آزاری نہ کر

بعض عادات بد

درحقیقت ہے دماغوں میں خلل / کون کہتا ہے اِنہیں فرزانہ
فرض کرلیتے ہیں خود ہی مکار / کہ یہ عاقل ہیں جہاں دیوانہ

بگڑنے والے

جو لوگ ہیں دُنیا میں بگڑنے والے / ہر وقت ہیں آپس میں جہگڑنے والے

جیسی کرنی ویسی بھرنی
بعض عادات بد

کچھ وجہ کی حاجت نہیں بلکہ بے قصد
آنکھوں کی طرح لڑتے ہیں لڑنیوالے

جو حدِ عقل میں داخل ہیں

جو حدِ عقل میں داخل ہیں انکا ہے یہ حال
نہ رنج دینے کی عادت نہ رنج پانے کی
جو حدِ عقل سے خارج ہیں انکا ہے یہ حال
نہ جوتہ مارنے کی حس نہ جوتہ کھانے کی

اک میم خداداد

یورپ گئے تو لائے انگلینڈ کی سوغات
میخواری کی افراط اور اک میم خداداد
اور ڈوٹ گئے تو کہتے ہیں ترشی سے کہ ہم لوگ
آزادی کے پابند ہیں پابندی سے آزاد

گستاخی کا عذر

لگاتے ہیں درختِ ہرزہ گوئی
پھر اسمیں اک حرمزدگی کی بھی شاخ
اور اس پر جب کرو شکوہ تو کہدیں
کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

خود غرضی

ہر شخص ہے دنیا میں غرض کا بندہ
ہر شخص ہے نفس اپنا مقدم رکھتا
اخلاص اور ایثار ہے بالکل معدوم
دیدم ہمہ را و آزمودم ہمہ را

رحمت و لعنت

دل بھی ہے آنکھ بھی ہے جانکی زبان بھی
اچھا برا ہر ایک کا آتا ہے ذکر میں
رحمت سے ہے سرشت تو کر خیر کا خیال
لعنت ہے سرنوشت تو رہ شر کی فکر میں

واللہ خیر الماکرین

راتدن کے تو ہے جوڑ آٹھوں پہر داؤ گھات
اور اس پر صاف انکار آفریں صد آفریں
عمر بھر قرآن پڑھنے میں گزاری باوضو
اور یہ سمجھے معنی واللہ خیر الماکرین

خوشامد نہیں ہو سکتی

کہا کسی نے سنحا سے کہ دیکھو مولینا
کہا یہ اس نے کہ حضرت ہما تو جب پکڑا دل
علو رئیسوں سے گر اپنی بہتری چاہو
کہ ہیرے بس میں خوشامد کا لاسا گیا ہو

احمق لوگ

کیونکہ نہ اُسے حمار سمجھیں
پوچھو تو ہے گدھے کا بچہ
کرڈالے جو گھر کا گھر بنا رد
آسودہ کسیکہ خر ندارد

زرین لباس

بے ہنر کے جسم پر زریں لباس
جست کی زنجیر سونے کا گلٹ
یوں نظر آتا ہے گستاخی معاف
کاٹ کی تلوار مخمل کا غلاف

کیا پروا

جو کوئی کہتا ہے ہمکو کیکی کیا پروا
اور اُس کو گر نہیں سودا تو سخت حیرت ہے
تو میں یہ سوچتا ہوں دل میں اسکو سودا ہی
کہ بے نیازی کا دعویٰ خدا کو زیبا ہے

کس مفلس نمی ماند

تھے اک بھولے رئیس اُن کے لئے اک مرشدِ کامل
بقائے جاودانی کی دُعا کرتے بشدومد
سبب پوچھا تو ہنس کر کان میں چپکے سے فرمایا
چو احمق درجہاں پیداست کس مفلس نمی ماند

العلم حجاب الاکبر

حیف صد حیف یہ نخوت بہمہ فضل و کمال
حیف صد حیف یہ خصلت بہمہ علم و ہنر

دُور سے دیکھتے ہی وہ متکبر صورت | کھُل گئے معنی العلم حجاب الاکبر

غرور

عطا کیا وہ جو سمجھا مناسب مخلوق | بچا لیا وہ جو سمجھا ضرور اپنے لئے
جو یہ بھی چھینو تو کیونکر خدا نہو ناراض | کہ رکھ لیا تھا فقط اک غرور اپنے لئے

ہر حال میں شاکی

گرمی میں ہے گرمی کی شکایت لب پر | سردی میں ہے سردی کی حکایت لب پر
بارش میں ہے بارش کی مذمت افسوس | ہی شکر کی جا شکوۂ قدرت لب پر

ہم چوما دیگری نیست

ہم ہی سچے بھی ہیں سمجھتے بھی | ہر بشر کو جو یہ یقین رہتا
اس کے بعد اور کوئی دُنیا میں | نہ سمجھتا نہ کوئی سچ کہتا

فخر بے وفا

لاکھ وصفوں کا ہے یہ بھی ایک وصف | صاحب زر صاحب اقبال ہیں
لیکن اس پر بھی کہتے جاتے ہیں لوگ | فخر بے فا بود ہم بے دال ہیں

شراب

بیہوش سے جو پوچھئے تو یہ جواب دے | صاحب شب جوانی کی مہتاب ہے شراب
ہوشیار سے جو پوچھئے تو یہ جواب دے | تعبیر جسکی موت ہو وہ خواب ہے شراب

بھاگو بادہ خواری سے

گر رغبت ہے ہوشیاری سے | اور نفرت ہے بیہوشی سے
تو بھاگو بادہ خواری سے | اور دُور رہو مے نوشی سے

بلا ہے عادت صہبا

بہار آتی ہے کھیتوں میں ابر رحمت سے
وہی ہو باعث رحمت اگر سوا بر سے
بلا ہے عادت صہبا جو بڑھ گئی حد سے
قضا ہے آب بقا جب گزر گیا سر سے

اے مے آشام

سن ہم سے فقیروں کی بھی اے مے آشام
ہوتا ہے بد آغاز کا بد ہی انجام
جھولی بھی بنائی کہ ضرور آخر کار
دے گا تجھے کاسۂ گدائی یہ جام

اقربا

ہماری بھلائی سے ہر وقت نافر
ہماری برائی پہ ہر وقت راغب
نہ کیوں ڈنک ماریں نہ کیوں زہر اگلیں
حقیقت میں ہیں یہ اقارب عقارب

ملیں تو جلنے لگیں

جدا رہیں تو جدائی میں آہ آہ کریں
جو ایک جا ہوں تو کم بخت زہر اگلنے لگیں
عجب سُلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں رشتہ دار
الگ رہیں تو دھواں دیں ملیں تو جلنے لگیں

مرہم و نشتر

عزیزوں کا برتاؤ اللہ اکبر
کسیوقت مرہم کسیوقت نشتر
نجات اُن سے ممکن ہے افسوس لیکن
یہی سانپ بچھو ہیں دُنیا کا زیور

یہ ناجائز ہوس

ایک کی ہتھیلی میں دس سو ایک کی ہتھیلی میں دس
اور پھر اُس پر ٹھگوں کی سی یہ ناجائز ہوس
عید کی بکرید کی شبرات کی تقریب میں،

یہ بھی بیچارہ ہے ہتیالیس چلے جس فرزندس

جلو بھی جلاؤ بھی

سو اتفقت ہے مزاجوں میں تو ضرور ملو
مخالفت ہو تو ملنے کا خیر نام نہ لو،
مگر یہ بات سمجھ میں مرے نہیں آتی
کہ ہر طرح سے جلائے بھی جاؤ خود بھی جلو

پھر ملنے پہ لعنت ہے

ان بن ہو جب آپسمیں پھر ملنے پہ لعنت ہے
تم اُس کو بھلا ڈالو وہ تم کو بھلا ڈالے
زک دینے کے رستے ہوں صدہا مگر اس پر بھی
کیوں اُسپہ بلا ڈالو کیوں تم پہ بلا ڈالے

بہ از جور گرہ پیشانی

پاؤں غیروں میں اگر لطف و کرم مہر و وفا
اور اپنوں میں نہ ہو یہ صفت انسانی
میں تو اُس شخص کے ہمراہ ہوں جسنے یہ کہا
دیو خوش خلق بہ از جور گرہ پیشانی

زوجین

میاں بی بی ہے گاڑی کی طرح گھر
چلا کرتا ہے دُنیا بھر میں پہیّا،
جدا جب ہو گئے دونوں تو جانو
کہ اب بیکار ہے ہر ایک پہیّا،

زوجین

پوتوں کی الفت نواسوں کی محبت

شوہر کو جو دیکھو تو سوا پوتوں کی الفت
زوجہ کو ٹٹولو تو نواسوں کی محبت
مردوں کو ہے مردوں کے جگر بندسے میلان
عورات کو عورات کی اولاد سے رغبت

دو سوکنیں

پانی ہو اور اُس میں روانی نہ ہو غلط
آتش ہو اور اُس میں حرارت نہو محال
ہم کیا ہیں ہم سے تا برسولانِ ماسلف
دو سوکنوں میں رنج و عداوت نہو محال

بیٹیوں کا ڈھیر

کہا شوہر نے زوجہ سے یہ اک دن
یہ کوئی بات ہے استغفر اللہ
مچایا ہر برس کیا تم نے اندھیر
تڑاتڑ بیٹیوں کا کر دیا ڈھیر

خوب گذرے گی

زوجہؔ و زوج جہاں دونوں ہوں سیدھے سادھے
ایسے جوڑے کا تو اب تذکرہ ہی جانے دو
صرف اسی مصرعہ مشہور کو کافی سمجھو
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

جدّ مرحوم یاد آتے ہیں

اک مُسن نے کہا یہ بی بی سے
تو کہا اُسنے تمکو دیکھتے ہی
وصل میں ایسے منہ بناتے ہیں؟
جد مرحوم یاد آتے ہیں

دس اکائیاں اور دس دہائیاں

اس عمر میں یہ چھوکری کس وقت کے لئے
اور ٹوکے تو جو تمہیں فرمائیں کیا ہے فرق
نابالغہ کو رانڈ نہ چھوڑیں بڑے میاں،
وہاں دس اکائیاں ہیں تو یہاں دس دہائیاں

زوجہ نہیں اُستانی ہے

جب مرد سے عورت ہو زیادہ لائق
یہ بات بھی ہے ساتھ اُسکے لیکن
ہر کام میں ہاں ہر طرح کی آسانی ہے
زوجہ نہیں شوہر کی وہ اُستانی ہے

زنا کی امداد

طفل نابالغ اور جوان عورت
زوج پر ظلم زوجہ پر بیداد

کیسی ہے یہ محافظ عصمت بلکہ یہ توڑنا کی ہے امداد

گدھوں سے ہم صحبت رہی

جو ملے تقدیر سے احمق ملے ایک صاحب اسمیں بدقسمت رہی
بیچ والوں کے گدھوپن کے سبب عمر بھر گدھیوں سی ہم صحبت رہے

ہمسایوں کی راحت کے لئے

مرنے سے اک ہفتہ پہلے کیوں کرے کس سے بیاہ
اور دہوکا یہ کہ شادی کی ہے خدمت کے لئے
کیسی خدمت کہنے والے کو یہ دہوکا ہو تو ہو
میں تو کہتا ہوں کہ ہمسایوں کی خدمت کیلئے

میاں بی بی کی اَن بَن

میاں بی بی میں ہو جاتی ہے جب ان بن تو بچوں کو
نہ سُدہ بُدہ فرض کی رہتی نہ اپنے آپ کی رہتی
اور اس پر بھی نہیں ختم مصیبت بلکہ بچوں کو
نہ الفت ماں کی رہتی ہے نہ عظمت باپ کی رہتی

ڈگری ہے اک ہزار کی

پیدا جب اک شریف کے گھر لڑکیاں ہوئیں کہنے لگا قسم مجھے پروردگار کی
آنی ہیں قاضیوں کی عدالت سے ڈگریاں ایک ایک لڑکی ڈگری ہی ایک ایک ہزار کی

نوواردلوٹیرا

بناکر جن کو نانا اور دادا فلک نے دست شفقت سر پہ پھیرا

ہوا جب ساتواں بچہ تو بولے — کہ اور آیا یہ نووارد لٹیرا

اولاد کا نمبر بڑھا

جس جگہ برداشت سے اولاد کا نمبر بڑھا — اس قدر لاحق ہوئیں فکریں کہ بڈھا مر لیا
شدتِ غم کا سبب پوچھا تو بولا وہ غریب — غاصبوں نے حق آسائش پہ قبضہ کر لیا

الفت کی بیل

اس کا کیا باعث کہ ہوتی ہے ہر اک انسان کو
بیٹی پوتوں کی محبت باپ دادا سے سوا
اِس کا یہ باعث کہ باغ قلبِ آدم زاد میں
اولٹی ہی چلتی ہے طبعاً بیل الفت کی سدا

قانونِ فطرت کی رمز

محبت باپ دادا سے سوا ہے بیٹی پوتوں کی
مگر کیا عیب یہ اک رمز ہے قانونِ فطرت کی
کہ بچے سخت حاجتمند ہیں اوروں کی شفقت کے
اسی باعث سے الٹی بیل چلتی ہے محبت کی

نکاح بیوہ

جسمانی ہوں نفسانی ہوں یا روحانی — کل خواہشوں میں پائے گا یکسانی
پس جبکہ زن و مرد کے ہیں جذبات ایک — کیونکر نہ ہو دونوں کا نکاحِ ثانی

مشرکانہ شرف

کردیں نکاح ثانی مگر یہ خیال ہے — آجائے مشرکانہ شرف میں نہ کچھ خلل

اسواسطے برادری کے ڈر سے قصد ہے ۔۔۔ بیوہ کو گھر بٹھا کے گرایا کریں حمل

سرسید

علما مالک دوزخ سہی یا قاسم خلد ۔۔۔ اور سید کو سمجھ لیجیے نرا کافر تھا
تاہم اُن دونوں کے درجات میں ہے اتنا فرق ۔۔۔ یہ تو پاؤں بھی نہیں قوم کے اور وہ سر تھا

معقول پسند نیچری ہے

میں نے سید سے کہا آپ کو کیوں ۔۔۔ نیچری کہتے ہیں معقول پسند
ہنس کے فرمایا کہ اُنکے نزدیک ۔۔۔ نیچری وہ جو ہو معقول پسند

سلطنت

کیا بتاؤں سلطنت کی ابتدا ۔۔۔ فیصدی پچانوے ظلم و دغا
پانچ نمبر جو رہے اُن کے لئے ۔۔۔ مختلف قوموں کے دینی پیشوا

جانشینی

کسیکا ہو کوئی اگر جانشین ۔۔۔ جوازاً اُسیوقت ہے کامیاب
کہ حاصل ہو اُنہیں سے کوئی سا حق ۔۔۔ وراثت۔ وصیت۔ صحیح انتخاب

سوراج

تا شیخ رہے شیخ برہمن ہو برہمن ۔۔۔ یارب نہوا اس ملک میں دم بھر کو سوراج
انگریزوں کا اس جا سے قدم اُٹھتے ہی ورنہ ۔۔۔ اک دوسرے کو ظلم سے کر ڈالیں گے تاراج

سودیشی

بجلی کی جہاں لیمپ ہوں روشن گھر گھر ۔۔۔ ممکن نہیں مٹی کے چراغوں پہ گذر
تا صنعت و حرفت میں نہوں ہم کامل ۔۔۔ سودیشی کی تحریک نہیں بار آور

گورنمنٹ سے بیر کیوں ہو

کیوں ہو گورنمنٹ سے بیوجہ بیر — خیر کے بدلے میں کرو بلکہ خیر
کہتے ہیں جو اُن کی حکومت کو بد — پہلے کریں اور ممالک کی سیر

انقلاب سلطنت

انقلاب سلطنت کے نقص اللہ الصمد — ایسی تجویزوں کا منشا ہے فقط رشک و حسد
رفتہ رفتہ اُن پہ صادق آئی آخر یہ مثل — آب میخواہ ہندستاں خانہ گو ویراں شود

دولت و افلاس

تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہیں بالکل — ہو علم و ہنر ہوتے ہوئے نقرہ و زر ہیچ
بلکہ یہی پہلے تھا یہی اب بھی مسلم — دولت نہ ہو قبضہ میں تو ہر علم و ہنر ہیچ

بشر ہیچ

کتنے ہی کمالات ہوں بیقدر ہیں بالکل — جبتک نہو پلہ میں زر نقد بشر ہیچ
غالب رہی کل قوتوں پہ مال کی قوت — دولت کے مقابل میں رہا علم و ہنر ہیچ

چراغ مفلساں

کما جس طور سے ہوں چار پیسے — نہیں تنہا فضیلت کار آمد
فلاکت میں نہ ہوگی علم کی قدر — چراغ مفلساں نوری ندارد

کمائی کا طریقہ

دولت کے کمانیکے فقط ہیں دو طور — گر ضعف ہو تو کر جو قوت ہے تو چور
اور اس کے فسادات سے بچنے کے لئے — دلمیں رہے کچھ اور زباں پر کچھ اور

جرائم کی جڑ

فلاکت سے صد الامان الحذر — فلاکت سے ہر دم خدا کی پناہ

فلاکت ہی ہے کبریا کی قسم — جرائم کی جڑ علم کی سد راہ

شعر و غزل

غنچہ خاطر سے ممکن ہے نہیں — ہر نسیم صبح سے کھلنے لگے

ہاں مگر اس شعر سے جسکی صدا — کانوں پڑتے ہی سر ہلنے لگے

جگر ہل ڈالے

شعر وہ شعر ہے جو وقت زباں سے نکلے — کان سے دل میں اترتے ہی جگر ہل ڈالے

ہو وہ جس رنگ کا اس رنگ کی لہر آجائے — بلکہ اس رنگ کے جذبات میں ہلچل ڈالے

آہ یا واہ

شعر وہ ہے کہ جسکو سنتے ہی — آہ نکلے زبان سے یا واہ

ورنہ پھر شعر گوئی سے حاصل — کیوں بکے واہیات خواہ مخواہ

ہر کسی کو ہو کہنے کی جرات

شعر وہ ہے کہ جس کو سنتے ہی — ہر کسی کو ہو کہنے کی جرات

اور جب کہنے کیلئے بیٹھے — ٹوٹ جائے بندھی ہوئی ہمت

النظم یسرہٗ

منتہا شعر میں جبتک اتنے شرائط — تو تھا دین کے مانند النظم یسرہٗ

مگر پھر فقیہوں نے جس طرح دین کو — کیا ہو گیا یہ بھی النظم عسرہٗ

غزل گوئی

جس کو کہتے ہیں اب غزل گوئی — نہ خدا اس سے خوش نہ خلق خدا!

بلکہ آتی ہے یہ مثل صادق ۔ حاصل دین نہ حاصل دُنیا

شعر گوئی

پہلے تھے سخنوری میں اصلی مضمون ۔ پھر اُس میں بڑھے لطایف گونا گون
پھر مادہ شعر بنے مفروضات ۔ یعنی یہ ہمارے دور کے خبط و جنون

کیا خوب گراں طاری ہے

اس قوم پہ کیا خوب گراں طاری ہے ۔ بے ہوشی کو سمجھے ہیں کہ ہوشیاری ہے
اُس شاعری پہ ناز ہے جسکا موضوع ۔ بیدینی و بدکاری و بے خواری ہے

کُل جدید

گردونہ خطِ لوز سی یہ ہے ارقام ۔ خورشید سخنوری ہے بالکل لب بام
تجدید مضامین بھی ہے لازم کیونکہ ۔ ہے کل جدیدٍ کا لذیذؐ انجام

انہیں بدنام کہتے ہیں

مسلم ہیں جو مفروضات اکی شعر گوئی میں ۔ انہیں شاعر نہیں کہتے انہیں بدنام کہتے ہیں
یہ لیتے ہیں رخ جاناں کا بوسہ اور پولس والے ۔ خلاف وضع فطری کا اسلئے قدام کہتے ہیں

مرغ نامہ بر لیجائے گا

یاالٰہی تا بکے کلک سخن سنجان ہند ۔ مردہ و معزول مضمونوں کو لکھے جائے گا
یوں تو ڈاک اور تار کی عادی ہیں لیکن نظم میں ۔ نامہ شوق اب بھی مرغِ نامہ بر لیجائیگا

بزم سخن

فقط یہ وجہ ہے بزم سخن برسوں نہ جمنے کی
کہ رشک و نفرت اس فرقہ کا گویا وصف ذاتی ہے

جنہیں کہتے ہیں پکا شاعر اُن میں دِن بدن باہم
صفائی گھٹتی جاتی ہے کدورت بڑھتی جاتی ہے

تقلید شہری

شہر و انسان پرستی کا زمانہ گذرا — یار و تقلید و توطن کے حکایت تا چند
شعر اچھا ہو کسی کا بھی تو ہوگی تحسین — ہر کہ شمشیر زند خطبہ بنامش خوانند

اشعار مغلق

کسی کے شعر ہوں گر ایسے دشوار — کہ ہو محفل کی محفل غرق حیرت
تو اُس کا اور کیا منشا سمجھئے — جہالت یا حماقت یا شرارت

ترک و اختیار جدا

مقلدوں کا بھروسہ ہے مقتداؤں پر — محققوں کا زمانہ سے اقتدار جدا
ہے جسطرح سے تصرف مرا معنا میں پر — زباں میں بھی ہے مرا ترک و اختیار جدا

دلی لکھنو

پہلے اخبار و رسائل کے جہانگیری سے — لکھنو دلی کا تھا سارے جہاں پر سکہ
اور اب اُردو لٹریچر کے بدلجانے سے — لکھنو کا ہے نہ دلی کا زباں پر سکہ

زبان بھی بدل گئی

آرائشیں نئی ہیں تو آسائشیں جدید — اور ان کے ساتھ طرز بیاں بھی بدل گئی
اور اسکا کیا عجب ہے سنا سلطنت کے ساتھ — جب ہم بدل گئے تو زباں بھی بدل گئی

جوان معشوق

کہا کرتا تھا میں تعریف خط پر — جواں معشوق حاشا ثم حاشا

پشاور میں مگر آنکھوں سے دیکھا — یہ نامعقول ناجائز تماشا

مضمون ہی نہایت تاریک

کم عمروں کی تعریف پہ میں نے یہ کہا
خط صفحۂ عارض کا بہت روشن ہے
زیبا نہیں ہم کو یہ خیالات رکیک
مضمون ہے مگر اسکا نہایت تاریک

کم سنی کی شاعری

پوچھی جو اک امیر سے وجہ سکسری
اماں نے بچپنے میں لگوائی تھی افیم
ارشاد یوں کیا ز رہ بندہ پروری
ابا نے کم سنی میں سکھائی تھی شاعری

اعتراض و معترض

کسی کے ذکر شعر پر اعتراض
بھرا ہے خطاؤں سے نفس بشر
کہ انساں پھر انساں ہے اے نکتہ داں
ز صد تیر آید یکے بر نشاں

یہ گذارش ہے

نکتہ چینوں سے یہ گذارش ہے
اور اس کی اگر نہ ہو توفیق
پہلے دلوائیں خوبیوں کا صلہ
تو نہ فرمائیں لغزشوں کا گلہ

لسان العصر

لسان العصر ایسے فلسفی شاعر کو کہتے ہیں
کہ حالات جہاں پر غور اسکے آب و گل میں ہو
اور اس صحت سے کھینچے واقعات دہر کا نقشہ
کہ جو کچھ اسکے لب پر ہو وہی اوروں کے دل میں ہو

نکتہ چینی

نکتہ چینی سے دل آزار نہ ہوگا ہرگز
ہم تو کیا شے ہیں بلا قید کسی کا ہو کلام
کچھ بھی انسان میں گر انصاف پسندی ہوگی
نسبتاً اُسمیں بھی پستی و بلندی ہوگی

کوئی قایل نہیں

نیش زن ہو کے جتاتے ہیں جہاں کو معترض
ہم تو ناقابل ہیں لیکن اور بھی قابل نہیں
کام جو کرتے ہیں اُن کی تو ہے دنیا معترف
اور اِن عقرب سرشتوں کا کوئی قایل نہیں

موتی بھی یکساں نہیں

جو بات نکر سکتا ہو انساں پیدا
ہیرے بھی نہیں ہوتے مساوی باہم
اِسطرح کرے کوئی سخنداں پیدا
موتی بھی نہیں ہوتے ہیں یکساں پیدا

عجب سرشت ہے

عجب سرشت ہے واللہ نکتہ چینوں کی
نظر پہ چڑھنے کی ترکیب تو نہیں آتی
ذلیل کرنے میں ان کو سرور آتا ہے
مگر نظر سے گرانا ضرور آتا ہے

حد سے زیادہ تعریف

تا مایۂ نطق در زبان و کام است
دانند مگر صدق پسنداں در بزم
اغراق بہ توصیف رواج عام است
تعریف زیادہ بدتر از دشنام است

ہجو ملیح

یا تو یہ ہے قصیدہ عنزا
یا عقیدت سے کی ہے مدح و ثنا
یا دروغ شنیع و کذب صریح
یا ظرافت سے کی ہے ہجو ملیح

آزادی و پابندی

دنیا میں غلامی کو جو عزت سمجھے ۔ دشوار ہے وہ معنی ذلت سمجھے
اور اسکے سوا ساری کمائی کے طرق ۔ افسوس مسلمان حقارت سمجھے

بندگی کا غم نہ ہو

چار دیواری گذر کو تین کپڑے جسم کو ۔ بے نمک دو روٹیاں گر ہوں بسر کیواسطے
اور کسی کی بندگی بیچارگی کا غم نہ ہو ۔ تو گدائی میں بھی شاہی ہو بشر کیواسطے

آوارہ امیر زادے

بالغ ہوئے سرکار تو انکے ہمراہ ۔ پلٹن کی بھی حاجت تو رسالہ نکلا
افسوس مگر اسکا انہیں بھی ہے بہت ۔ ارمان ہی کے ساتھ دیوالہ نکلا

اشرفیوں کے توڑے

جب انکے بزرگوں نے انہیں چھوڑا تھا ۔ اک بگھی تھی اک بہلی تھی اک گھوڑا تھا
جس جا تھے کبھی اشرفیوں کے توڑے ۔ کل دیکھا تو روٹی کا بھی وہاں توڑا تھا

آبائی فخر

فقط ابا پہ جنہیں فخر ہے اُن سے کہدو ۔ درحقیقت یہ مثال آپ کی ہے بندہ نواز
خیر سے آپ تو کچھ بھی نہیں دُلہن بیگم ۔ والدہ ماجدہ سب کچھ تھیں ہے اسبات پہ ناز

خرابی رسوم

چھوڑ دیں گر آج ہم پابندئ رسم و رواج
کیوں ہوں سودی قرض اور کیوں جائدادیں ناس ہوں
اور اُن کے ترک کرنے کے فقط ہیں تین اصول

لغو ہوں یا فحش ہوں یا موجب افلاس ہوں

رسمی اشعار

رخسار و جبین و بطن و سینہ	آئینہ و برق و آب و تابست
اے حسن کدہ دگر چہ گویم	ایں خانہ تمام افتاب ست

خانۂ درویش

دل میں رہتا ہے تصور اُس کے رُخ کا رات بھر
دیدۂ پُر آب عاشق آشنائے خواب نیست
مضطرب ہوتا ہے تو کہتا ہوں ظالم صبر کر
خانہ درویش را شمعے بہ از مہتاب نیست

پیلاں بہ لغزند

جہاں پھرتے ہوں صدہا ماہ پیکر	کہاں تک آدمی آنکھیں رکھے بند
بشر تو کیا ہو اک پشہ ہے حضرت	چوگل بسیار شد پیلاں بہ لغزند

رنگ دگر نہ باشد

وہ کاکل مسلسل وہ گیسوئے مجعد	خوشبو میں مشک اذفر رنگت میں مار اسود
بالوں کی خوشنمائی کہتی ہے یہ پکار کر	بالاتر از سیاہی رنگ دگر نہ باشد

در کوچہ دود تنور

بھڑکی ہے سوز ہجر سے قلب و جگر میں آگ
اور نالہ و بکا میں قوی کرتے ہیں قصور،
بس میں تو اس مثال کا مصداق ہوں سخا

در خانہ نیست آرد و در کوچہ دو تنور

با مصلحت بینی چہ کار

آتش دوزخ سے بھی سوزندہ تر ہے ہجر یار

بے ارادہ آہ کے ہمراہ اڑتے ہیں شرار

واعظوں سے جان جلتی ہے مگر کیوں کر کہوں

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار

کشتی در آب انداختیم

میں بھی کر جاؤنگا ہجرت تجھسے اے ہندوستان — جائیگی یورپ کو جبدن وہ پری رخسار ہیم

اور اسٹیمر پر اپنوں سے کہونگا الوداع — ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

درویش ہر کجا کہ

آرام گاہ دل ہے کبھی سبزوار خط — گہ شام کاکل اور کبھی چین زلف دوست

یعنی کہ اس گدائے محبت کو بھی خبر — درویش ہر کجا کہ شب آمد سرائے اوست

سرکہ مفت

گر نہ دو بوسہ مجھے دشنام دو — کیوں کہ میں ہوشیار ہوں اور تم ہو مست

پھر بھی خوش ہوں گا اور اسکا یہ سبب — سرکہ مفت از عسل شیریں تر است

رہبری درکار نیست

شمع تک پروانہ گل تک بلبل آتش تک تذرو

بے تکلف میرود محتاج استفسار نیست

خود نہ چاہے تو بچائے آدمی ورنہ جناب

شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست

چو میرد مبتلا میرد

کہا لیلیٰ نے مجنوں سے کہ سن اے میرے شیدائی
بکا کرنے کی کوئی انتہا رونے کی کوئی حد
کہا مجنوں نے لیلا سے وہی ہے عاشق صادق
چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

اے ز فرصت بیخبر

لاکھ تدبیروں سے تو رکھتا ہے قائم زندگی
ہر بہانہ سے ہے ورنہ موت کو تیری تلاش
خواہ عقبیٰ کر تو حاصل خواہ دنیا کر وصول
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

صحبت ناجنس

خلد میں جی نہ لگیگا کبھی تنہا میرا	وہاں بھی یاد آئیں گے یہ ہمدم احباب قدیم
حور و غلماں سے نہ بہلیگا مرا دل ہرگز	روح را صحبت ناجنس عذابی است الیم

راست گوئی

راست گوئی پہ اب تیرا کر	جھوٹ کی ہے جہاں عملداری
مثل منصور جان جائے اگر	حرف حق بر زباں شود جاری

کربلا کا واقعہ

کربلا کا واقعہ سب آپ کو معلوم ہے	کیسے تھے مظلوم بیکس کیسے تھے خالراشد

نور حق بجھ جائے یہ سوچا تھا لیکن کیا ہوا
شمع راہر چند پر سر بدر روشن تر شود

بیجوڑ ہے ملاپ امیر و فقیر کا

بیجوڑ ہے ملاپ امیر و فقیر کا
گر جھوٹ جانتے ہو تو جب چاہو دیکھ لو
وہ تم کو ہوں پسند تم انکو نہیں پسند
شاہاں کم التفات بحال گدا کنند

متفرقات

ایکسی ہی بات کیجے امیرونکی بزم میں
بولے بغیر اگر نہ رہا جائے تو فقط
مارے تماچہ رعب کہ بیفائدہ نہ بک
توتی کی طرح بولتے رہیے دریں چہ شک

ملکی کا عددِ تنزل

ملکی کو ہے بے سود ترقی کی ہوس
ہاں میم کے چالیس سخا لام کے تیس
حرفوں ہی میں اس درجہ تنزل ہے کہ بس
اور کاف کے ہیں بیس عدد یے کے دس

زیادہ گوئی

نہیں اور لوگوں کو سننے کا شوق
ہمیشہ یہ نکتہ سخا یاد رکھ
تجھے بولنے کی ہے جتنی ہوس
ازاں بیش بس کن کہ گویند بس

آپ حوا بھی ہیں

اُٹھ جانا کہیں بیجا کہیں جھکنا بیجا
آپ ٹھنڈا بھی ہیں اور نام خدا کانپ بھی ہیں
حضرت آدم نے فرشتونسے جو پوچھا تو کہا
آپ حوا بھی ہیں طاؤس بھی ہیں سانپ بھی ہیں

ناممکن نہیں

یہ مسلم ہے کہ کل دُنیا کے کام اہل ہمت کی مگر قاموس ہیں	کچھ بھی ہوں ممکن ہیں یا ممکن نہیں سب لغت ہیں لفظ نا ممکن نہیں ،

دعوت کی شکلیں

دعوتوں کی چار شکلیں ہیں یہاں سوچیں اگر
پوری دعوت پون دعوت آدھی دعوت اور پاؤ
نقد دلوادو تو پوری جنس تلوادو تو پون ،،
خوان بھجوادو تو آدھی پاؤ گر گھر پہ بلاؤ

حاجی ہوکے پاجی ہوگئے

بھائی حج سے ہوگئی ظاہر تمہاری اصلیت
پہلے شیطان تھے اب اُسکے بھی چچا جی ہوگئے
کیا کہا جائے زبان خلق ذمہ دار ہے
تم تو حاجی ہوکے پہلے سے بھی پاجی ہوگئے

مگر کا خوفناک استعمال

اک مساۃ انکو خوش رکھے خدا جس جا رہیں
کچھ بھی کہنا ہو کہیں گی اک ذرا ترکیب سے
ہجو ہو منظور جس کی پہلے کردیں گی ثنا
پھر مگر کے بعد کہدیں گی بُرا ترکیب سے

اللہ اللہ

بہتر تو یہی ہے کہ کر اللہ اللہ	اور ہو نہ سکے یہ تو کسی بت کو چاہ

اس خرمنِ ہستی میں سُن اے روشندل | ایک دانۂ محبت است و دیگر ہمہ کاہ

صلح کل کُن

اک سمت رُخ کی اُلفت اک سمت گیسوؤں کی
اک سمت کعبہ کی رٹ اک سمت دیر کی دُھن
اک حسن جلوہ گر ہے ہر رنگ میں لہٰذا
با کافر و مسلماں بنشیں و صلح کل کُن

نیکی بدی

میں نے کرۂ ارض سے کل یہ پوچھا | کہہ نیکی بدی میں ہے بہم نسبت کیا
اُس نے کہا نیکی تو بقدرِ گوہر | اور پوچھیے بدیاں تو بقدرِ دریا

فتح و شکست

کیا بات ہے یہ اے فلک سفلہ پرست | بدیاں ہیں بلند اور یہاں نیکیاں پست
تو دیکھتا ہے روئے زمیں پر دن رات | گمراہی کی ہے فتح ہدایت کی شکست

عادت و صداقت

اہلِ عالم میں یہ خوبی ہے تعصب کے سبب | سن نہیں سکتے ذرا سی بات عادت کے خلاف
اور مجھ میں یہ خرابی ہے سخا کہ وعظ میں | کہہ نہیں سکتا خوشامد سے صداقت کے خلاف

تمت بالخیر

مسکن مرا اگر جا ہو کہ مسجد ہو کہ دیر | یہ شرط ہے لیکن کہ نہ ہو الفت غیر
تو ہی مرض الموت میں بھی یاد رہے | یوں نسخۂ عمر کی ہو تمت بالخیر

مصنف کے مختصر حالات

بندہ کے ننہالی بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ایران سے ہندوستان آئے اور خطابات جنگ و دولہ سے ہمیشہ سرفراز رہے بندہ سے بارہ پشت اوپر حضرت شاہ نور الدین نعمت اللہ ولیؒ اور اُن سے اوپر بتوسط حضرت امام باقر علیہ السلام کے بندہ سے آنحضرت صلعم تک تنتالیس ۴۳ پشتیں ہیں بندہ سے پانچ پشت اوپر عالم باعمل عادل بے بدل جناب میر صفدر علی صاحب مخاطب بنواب اکرام الدولہ صفدر خاں شہر دہلی محلہ کلاں محل میں حضرت شاہ عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ کے معاصر و ہم محلہ تھے اس خاندان کی وجاہت و عظمت کو غدر ۱۸۵۷ء نے برباد کر دیا اور نانا صاحب مرحوم حکیم میر احمد حسین خاں چند سال بعد معہ عیال دلی میں جم کر نہ رہے اور ریاست بھوپال میں ۱۳۰۶ھ میں انتقال فرمایا اور ددھیالی بزرگ فیروز شاہ کے عہد میں سبزوار سے یہاں آکر عہدہ قضا و احتساب ضلع ہریانہ پر سرفراز ہوئے آجتک جھجر جھاڑسہ وغیرہ کی برائے نام قضات سے خاندان کی ایک شاخ میں ہے مگر میرے جد امجد مولوی سید نجف علیخاں مرحوم مخاطب بتاج العلماء قلزم علوم اپنے والد ماجد قاضی سید عظیم الدین خاں مرحوم کا نام روشن کرتے کو جیب آفتاب عالمتاب کی طرح سنہ ۱۳۳۰ تیرہ سو تیس ہجری میں برج حمل سے طالع ہوئے اور بیس برس کی عمر تک اپنے عم محترم کے زیر نگرانی دلی میں علوم معقول و منقول کی انتہائی تعلیم عربی میں پائی اور فارسی قدیم و جدید اور السنہ قدیم عبری و پہلوی و ژند میں غیر معمولی لیاقت حاصل کر چکے تو عہدہ قضا اپنے

بھائیوں کو تفویض کرکے دلی کے رہایش اور گورنمنٹ کی ملازمت اختیار کی اس کے بعد ہندوستان کے مختلف حصص انگریزی و دیسی میں عہدہائے جلیلہ مجسٹریٹی و ججی و اتالیقی والیان ریاست پر مامور رہے۔ آپ کی تصنیفات ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہیں جنمیں کوئی کتاب دس بیس ورق کی نہیں اور علامہ سیوطی کی طرح دو دو ورق کا نام مستقل کتاب نہیں رکھا ہے بلکہ بعض کتب تو کئی کئی ہزار ورق تک کی ہیں آپ کی تالیف و تصنیف میں سے بعض یہ ہیں۔

شرح مقامات حریری بے نقط عربی موسوم لسبح الکلام چار جلد ضخیم میں شرح مجسطی فارسی ترجمہ۔ شرح چغمنی فارسی۔ شرح حماسہ فارسی۔ شرح متنبی فارسی غزوات صحابہ کرام بہ طرز شاہنامہ فارسی تین جلدوں میں۔ تفسیر قران شریف موسوم بہ تفسیر غریب پانچ جلدوں میں نہایت ضخیم فلسفیانہ و ادبیانہ طرز پر اس میں ربط آیات پر بہت زور دیا ہے شرح ژندواوستا شرح دساتیر شرح توریت و انجیل شرح تعزیرات ہند فارسی حافظہ ایسا جید تھا کہ آپکو شاہنامہ فردوسی کی بیس ہزار شعر مطول تمام تفسیر بیضاوی تمام ہدایہ تمام بے کم و کاست یاد تھا آپ نے سنہ ۱۲۹۸ھ میں قضا کی اور ٹونک میں قبر ہے۔ میرے والد مرحوم مولوی سید غضنفر علی خاں نے اپنے والد ماجد ہی سے تعلیم پائی تھی اور ویسے ہی ادیب ویسے ہی فلسفی ویسے ہی عربی فارسی کے زبردست شاعر تھے والد علامہ کی شادی بعالم نوجوانی سنہ ۱۸۶۰ء اٹھارہ سو ساٹھہ عیسوی میں رشتہ کے ماموں حکیم میر احمد حسین خاں مرحوم دہلوی کی دختر نیک اختر سے ہوئی یہ بی بی وزرا و امرا کے خاندان کی یادگار قلعہ معلی دہلی کے پرورش یافتہ تھیں ۱۸ار فروری سنہ ۱۸۶۲ء مطابق ۱۸ار شعبان سنہ ۱۲۷۸ھ میں یہ حقیر پیدا ہوا اور پھر تقریباً دو دو برس کے

فرق سے اور تین بہن بھائی پیدا ہوئے بندہ نو برس کی عمر تک اصلی وطن دلی میں پلا جد مرحوم
اس وقت ریاست بھوپال میں جج تھے بھراہی والدین وہاں جانا پڑا وہاں نو برس اور
گذر گئے پھر جد مرحوم کی خدمت میں بنارس اور پھر ٹونک میں رہا مرحوم وہاں مجسٹریٹ
درجہ اوّل تھے - کچھ دیگر علما سے کچھ والد مرحوم سے کچھ جد مغفور سے میں نے اور
عزیز گرامی قدر برادرم مولوی حکیم سید امیر حسن خاں سہا محدث و مترجم تفسیر احمدی و
تفسیر شیخ الاکبر وغیرہ نے علوم متداولہ پڑہی اور بھائی نے سند حدیث مولوی
احمد علی صاحب محدث و مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب محدث سے ٹونک میں حاصل
کی علاوہ درسی علوم کے طب و رمل و نجوم میں بڑا ملکہ پیدا کیا اب جے پور میں محکمہ
راہداری میں سپرنٹنڈنٹ ہیں بندہ نے علاوہ قدیم تعلیم کے انگریزی قدیم فارسی دری پہلوی
ژند عربی گجراتی وغیرہ السنہ میں سے بعض زیادہ بعض کم حاصل کیں بعض کی حرف
شناسی غنیمت سمجھی ان کے سوا بعض کی نیت ہے خدا جب وقت لائے اور یہ نعمت
مجکو بمبئی و حیدرآباد اور ہندوستان کے مختلف حصص میں مختلف وسائل اور مشاغل سے
کھانے کمانے کے سبب حاصل ہوئی اور علوم جدیدہ کو بقدر امکان تحصیل کیا بیس اکیس
برس کی عمر میں بندہ کی شادی اجمیر شریف میں - حکیم میر ارشاد علی صاحب مرحوم
جاگیردار کے ہاں رجب ۱۲۹۸ء سنہ بارہ سو اٹھانوے ہجری میں ہوئی خدائے تعالیٰ نے
پہلا فرزند برخوردار سید صغیر حسن زاد عمرہ ۱۳۰۰ء سنہ تیرہ سو ہجری میں دیا جو بعد تحصیل
پہلے بمبئی میں تجارت سیکھ کر ایک ورنیکیولر اسکول میں ہیڈ ماسٹر اب ریاست جے پور
کے ضلع میں داروغہ راہداری اور مختلف قابلیتوں کے سبب ہم سنوں میں ممتاز اور
صاحب اہل و عیال ہے ۱۳۰۲ء سنہ تیرہ سو دو میں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو برخوردار مولوی

حکیم سید صادق علی کو منسوب اور یہاں خوشحال صاحب اولاد ہے سنہ تیرہ سو چار
ہجری میں برخوردار سید ظہیر حسن زاد عمرہ پیدا ہوا جس کو پڑھا کر تجارت سکھائی بمبئی
میں چند سال دکان کی اب جے پور میں بڑے پیمانہ پر بائسکل گھڑی گھنٹہ ہٹر ولیم کٹ مین لائٹ
لیمپ کی تجارت کرتا ہے خدا اور برکت دے یہ لڑکا بھی نہایت مستعد ہنرمند اور روشن
خیال نیک چلن اور کفایت شعار ہے اسکے بعد سنہ ۱۳۰۶ تیرہ سو چھ ہجری میں پھر لڑکی پیدا
ہوئی جو جوان ہوکر میری حقیقی بھانجی منشی سید مشتاق حسین زاد عمرہ کو بیاہی گئی اس کا
دولہا نہایت سعید خوش خلق مہذب صاحب جائداد اور شاید صدہا مردوں میں وجیہ و
شکیل ہے اور اب ہنڈون ضلع جے پور میں داروغہ راہداری ہے - اور یہ لڑکی اپنی
خوشدامن ام مشتاق پروین - ملقب بہ بڑی بیگم (اہلیہ مولوی حاجی میر قربان علی
صاحب رحمتہ اللہ علیہ سابق ممبر کونسل ریاست جے پور و رئیس اعظم آگرہ) کے بعد علم
و ہنرکاری و دانشمندی میں کنبہ کی تمام عورتوں سے زیادہ قابل و لایق ہے میرے
کنبہ کی یہ ایک خصوصیت ہے کہ سفر و سیاحت بہت کی ہے چنانچہ ایک اور چھوٹے
بھائی جرمن تک اور میاں مشتاق حسین نے آسٹریلیا اور نیوزیلینڈ تک اور میں نے
اور بعض بہن بھائی اور اولاد نے عرب اور اندرون ہندوستان کا بخوبی معائنہ کیا
ہے اور کلکتہ بمبئی مدراس وغیرہ جانا تو ایک معمولی کام رہا ہے بندہ نے رسمی علوم
و مختلف السنہ کے علاوہ طب یونانی پڑھی ڈاکٹری کا خود مطالعہ کیا ہومیوپیتھی کرد
موپتھی ہیڈر دپیتھے کا برسوں مطب کیا اور مختلف فنون مثلاً فوٹوگرافی ربر اسٹمپ
سازی دندان سازی طمع سازی آتش بازی شعبدہ بازی وغیرہ وغیرہ بہت سے
ہنر سیکھے ہتیار کا استعمال سواری کی عادت اور شاعری اس خاندان کا عام شوق

اور مذہبی تحقیقات مناظرہ مباحثہ اور تالیف تصنیف خاص مشغلہ ہے بندہ نے ہندوستان
کے بڑے شہروں کے قیام اور تفصیلی سیر میں اکثر مذاہب کے مشہور علما سے مدتوں
مباحثہ کیا ہے اور اب میرا اسلام تحقیقی اسلام ہے نہ کہ محض تقلیدی البتہ حاشیہ
دار مسخ و محرف اسلام کے ماننے والے اس سے ناخوش ہوتے ہیں مختلف شعبوں میں
ملازمت اور مختلف مشغلوں کی مصروفیت سے تجربات میں زیادتی اور معلومات میں
اضافہ ہوا جہانگردی کے سبب لاکھوں آدمیوں کے دیکھنے اور ملنے کا اتفاق پڑا
میری پچپن سالہ موجودہ عمر کی تقریباً تفصیل یہ ہے نو برس کی عمر دلی میں ہوئی کوئی
نو برس بھوپال میں رہا چند ماہ بنارس پھر چند ماہ اجمیر شریف پھر چند ماہ ٹونک پھر کوئی
آٹھ برس بعد شادی اجمیر شریف میں رہا یہیں ملازمت شروع کی ایک برس بعد مشن
ہائی اسکول میں مدرس دوم ہو گیا اور صدر مدرسی کا کام کرتا رہا وہاں برس روز بعد ترقی
پا کر کالجیٹ ہائی اسکول نصیر آباد میں فارسی کا پروفیسر ہوا ایک برس وہاں رہا پھر
حیدر آباد دکن چلا گیا وہاں محکمہ صفائی میں ایک شاخ کا محاسب ہو گیا پھر ترقی پا کر
وار ڈانسٹیٹوٹ میں صدر مدرس فارسی و عربی رہا پھر وہیں ہائی اسکول چادر گھاٹ
میں فارسی پروفیسر ہو گیا جملہ پانچ چھ برس وہاں رہا اور اپنے استاد محترم نواب
فصیح الملک داغ مرحوم کی خدمت سے زیادہ فیضیاب ہوا اور یہ تک بندی اور قدیم
شاعری دونوں انہیں خاتم الشعرائے ہند کا طفیل ہے پھر قانون پڑھ کر حیدر آباد
ہی میں وکالت ہائیکورٹ کا امتحان دیا۔ وہاں سے آگرہ ایک برس الور میں فوٹو کا کام
کیا ایک برس بھرت پور کی انجنیری میں رہا چھ ماہ چھاؤنی نیمچ میں تجارت اور فوٹو گرافی
کی علیحدہ علیحدہ دکان کی لڑکوں کو سوداگری پر لگایا پھر جاورہ گیا وہاں ایک ضلع اسکول

میں ہیڈ ماسٹر رہا اور بعد ہائی اسکول شہر جاورہ میں فارسی پروفیسر ہو کر آگیا وہاں
برس دن بعد رخصت لیکر بمبئی گیا وہاں مطبع حیدری صفدری کا منیجر رہا لیکن بہت جلد
ترک کر کے نیو الفرڈ تھیٹریکل کمپنی کا ڈراماٹسٹ ہو گیا لڑکوں کو تجارت پر لگایا پھر مال
دلوا کر کئی بار ہندوستان کا دورہ کرایا علاوہ اور ہنروں کے گھڑی سازی سکھوائی
پھر میں رفتہ رفتہ اخبار دعوت الاسلام فارسی کا سب اڈیٹر اور بعدہٗ ایڈیٹر رہا اور اپنا
ذاتی پریس کر لیا کئی کلبوں انجمنوں کا سکرٹری میر مجلس رہا اپنی عمر میں ماہانہ رسالے کئی
بار نکالے لڑکوں کو بمبئی میں بڑے پیمانہ پر دکان کرادی الحمد للہ مجکو اکثر اپنی تجویزوں
میں کامیابی رہی مختلف کتابیں تصنیف کیں چند طبع بھی ہوئیں یہ دور جدید کوئی اکتیسویں ۳۱
بتیسویں ۳۲ کتاب ہے پھر چھوٹے بندہ زادے سید ظہیر حسین کو دکان لیکر جے پور بھیجا بڑے
بندہ زادہ کو تعلیمات میں رکھوا دیا بمبئی کی شش سالہ قیام میں کئی بار ہندوستان کا
تفصیلی سفر کیا فقط ایک سفر کا میں نے حساب کیا جو بمبئی سے کلکتہ اور کلکتہ سے جے پور
اور بمبئی ہوتا ہوا حیدرآباد جا کر واپس بمبئی آیا اور درمیانی شہروں میں پھرا تو ساڑھے
پانچ ہزار میل تھا ان سفروں میں مختلف اقسام کے مشاہیر سے ملا مختلف صحبتیں دیکھیں
اولاد کو جو صلہ تجربہ کار جفاکش ہنرمند کماؤ بنا دیا اس کے بعد اور اقربا کے ساتھ اہلیہ اور
بعض اولاد بمعیت حرمین شریفین کو روانہ ہوا ۱۳۲۷ھ تیرہ سو ستائیس ہجری میں حج سے
مشرف اور ماہ محرم ۱۳۲۸ھ تیرہ سو اٹھائیس میں زیارت مدینہ منورہ سے سرفراز ہو کر
مع الخیر ہندوستان واپس اور اقربا کے اصرار پر جے پور چلا آیا یہاں وکالت شروع
کی جس طرح عزت سے میں نے رزق مقسوم حاصل کرنا چاہا وکالت سے نہ ہو سکا
اور جس طرح وکالت نے دینا چاہا اس طرح میں نے لینا نہ چاہا ناچار پھر باہر جانا

پڑا کہ اقربا کے اصرار و سعی سے سررشتہ تعلیمات میں مدرسہ اعزہ کا ہیڈ مولوی ہو گیا
حکام بلند مقام کا لجیٹ اسکول ہیں جہاں چاہتے ہیں عربی فارسی اُردو کی تعلیم کا کام
لیتے ہیں اور جن درجوں میں میری ضرورت محسوس فرماتے ہیں سپرد کر دیتے اور نہایت
قدر منزلت فرماتے ہیں آئندہ بقیہ حصہ کے لئے خدا جانے میں کس حصہ ہند کو انتخاب
کروں سر دست تو دکن سے بہتر خطہ نظر نہیں آتا اللہ اس کو آباد و شاد رکھے آمین۔

بندہ نظیر حسن سخا دہلوی

مقیم جے پور

۱۲ اپریل ۱۹۱۶ء

یہ قطعے اور رُباعیاں بعد میں وصول ہوئیں لہٰذا آخر میں درج کی گئیں

ضمیمہ دور جدید

ہوشیاری پہ ہے نظام عالم	چالاکی پہ ہے جہاں کی بنیاد
آرام سے یہاں وہی ہیں جو لوگ	کجدار و مریز کے ہیں اُستاد

خطرہ میں کامیابی

جوہر دل کوہ میں نہفتہ	گوہر تہ بحر میں نہاں ہیں

خطروں ہی سے لوگ بھاگتے ہیں	خطروں ہی میں کامیابیاں ہیں

افسر کا کرم و ستم

افسر کا کرم ہو کہ ستم سہنا ہے	سنتا ہے تجھے اور اُسے کہنا ہے
ہوشیار ہے تو کر نہ مگرمچھ سے بیر	ظالم ابھی دریا میں تجھے رہنا ہے

کامیابی کی رمز

نامی و گرامی جو ہوئے ہیں اشخاص	بے شبہ تھی ہر فرد میں اوصاف خاص
لیکن نہ تھا کچھ اور تو یہ تو تھا ضرور	کم علم سوا تجربہ پورا اخلاص

خدمت سے عظمت

گر علم و ہنر ہر ایک سے حاصل	خدمت کو خدا نے دی ہے عظمت
محنت کی ہے ساتھ ساتھ اعزاز	آرام کے ساتھ ساتھ ذلت

کارآمد و بیکار علم

مشرق میں وہ علوم رائج ہیں	جو کبھی زندگی میں کام نہ آئیں
مغرب میں وہ علوم رائج ہیں	جو اسی زندگی میں کام بنائیں

ہنرمندی و بے ہنری

ملک یورپ ہے ہنرمندی میں جیسے مسرور	ایشیا بے ہنری میں ہے اسی طور سے شاد
اِن کا یہ فخر کہ ہم نے کی نئی چیز کی سیر	اُنکا یہ فخر کہ ہم نے کی نئی چیز ایجاد

ترک دُنیا کا جھوٹا دعویٰ

رنج و راحت سے کھانے پینے سے	بچ نہیں سکتا آدمی زنہار
جن کو دُنیا نے کر دیا ہے ترک	ترک دُنیا کے خود ہیں دعویدار

ترقی مسدود ہوگئی

کچھ لوگ ہمیشہ سے ہیں ایسے موجود ۔۔۔ کہتے ہیں تعطل کو جو اصل مقصود
اور اس کا نتیجہ یہ ہوا آخر کار ۔۔۔ دنیا کی ترقی ہوئی ہے مسدود

مسلمان نہ ہو جائیں شل

زہد و عزلت کا نہ کہہ وعظ بہت ای اہل ۔۔۔ تیرے روکے سے رکیگی نہ زمانہ کی کل
اور قومیں تو ہنوں گی متاثر اس سے ۔۔۔ خوف یہ ہے کہ مسلمان نہ ہو جائیں شل

زمانہ کی کل

زہد و عزلت کا نہ کہہ وعظ بہت اے اہل ۔۔۔ عملی قوتیں اس سے ہوئی جاتی ہیں شل
قوم سے ہمت مردانہ نہ کھو اے ظالم ۔۔۔ اسی اسٹیم سے چلتی ہے زمانہ کی کل

جدید خیالات

صاحبو گر شاعری ہے فی المثل کوہ بلند ۔۔۔ ہم بھی کیوں تازہ جواہر نہ بہم لیں از دشت
کیوں کہیں ہم بھی وہی جو ہم سے پہلے کہہ گئے ۔۔۔ کیوں نہیں ہم اگلی آوازوں کا شور باز گشت

رہروان ترقی

ذروں سے بھی شمار میں مضموں زیادہ ہیں ۔۔۔ اے شخص پیش پا ترے لاکھوں فتادہ ہیں
لیکن یہ رہروان ترقی کا ذکر ہے ۔۔۔ خارج ہیں وہ جو اپنی جگہ ایستادہ ہیں

ایضاً

پہلے شاعر باغ تھے تو ہم بھی ہیں ویسے ہی باغ ۔۔۔ پہلے شاعر دشت تھے تو ہم بھی ہیں ویسے ہی دشت
اسکے کیا معنی کہ مضمونکو سمجھ لیں ہم پہاڑ ۔۔۔ اور وہ ہوں آواز اسکے ہم صدای باز گشت

باپ دادا کی ایجاد